بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كِتَابُ الزَّكَاةِ

زکوٰۃ کے مسائل کا بیان

۱۔ بَابُ أَنْوَاعِ الزَّكَاةِ زکوٰۃ کی اقسام کا بیان

۵۹۴: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثَ مُعَاذًا رضی اللہ عنہ إِلَى الْيَمَنِ ...فَذَكَرَ الْحَدِيثَ ,وَفِيهِ "أَنَّ اللَّهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ ,تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ ,فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

البخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ: ۱۳۹۵ ، ۱۳۹۹ ، مسلم: ۱۹ ، ابوداود: ۱۵۸۴ ، الترمذی: ۶۲۷ ، النسائی: ۲/۵ ، ابن ماجۃ: ۱۷۸۳ - ۱۷۸۵ ، احمد: ۲۳۳/۱ ، الدارقطنی: ۱۳۶/۲ ، البیہقی: ۱۰۱/۴ ،ابن خزیمۃ: ۱۹/۴ ،۵۸ ،ابن الجارود: ۱۲۳

۵۹۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا (پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے) مکمل حدیث بیان کی اور اس میں یہ بھی بیان کیا" بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال میں ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے، زکوٰۃ ان کے مالدار لوگوں سے وصول کی جائے اور انہیں کے غریب لوگوں پر تقسیم کی جائے۔" (بخاری ومسلم) مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

لغوی تحقیق: زکوۃ: اس کے لفظی معانی بڑھنے اور پاکیزہ ہونے کے ہیں، شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ مال ہے جو شارع نے نصاب قرار دیا ہے، اس میں سے متعین حصہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایسے نادار اور محتاج لوگوں (جو زکوۃ دینے والے کے نہ تو زیر کفالت ہوں، نہ اس کی ملکیت میں ہوں اور نہ ہاشمی ہوں) کے یا ان کے نائب یعنی زکوٰۃ جمع کرنے والے کے سپرد کر دینا ہے۔ مگر اس لفظ کا اطلاق کبھی نفلی اور واجب صدقات بھی ہوتا ہے۔ یہ بالاتفاق اسلام کا بنیادی رکن ہے، البتہ اس کی فرضیت کے آغاز کے بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور کا موقف ہے کہ یہ ہجرت کے دوسرے سال روزوں کی فرضیت سے پہلے فرض ہوئی۔

تشریح: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف کب روانہ کیا گیا؟ اس بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں، بعض کا خیال ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روانہ فرمایا، بعض کا خیال ہے کہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد روانہ فرمایا، ایک گروہ کا کہنا ہے کہ دس ہجری میں حجۃ الوداع سے قبل روانہ فرمایا، امام بخاری نے اسی کو راجح قرار دیا ہے، جبکہ قرائن سے بھی اسی کا راجح ہونا ثابت ہو رہا ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف روانہ فرمایا، اس وقت یمن کی اکثریت (غیر مسلم) اہل کتاب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، "آپ ایسی قوم کے پاس جا رہے ہیں جو اہل کتاب ہے، آپ انہیں سب سے پہلے فقط ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دینا، جب وہ اللہ تعالیٰ کو حقیقی طور پر پہچان لیں، پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ نمازیں پڑھ لیں پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال پر زکوٰۃ فرض فرمائی ہے، زکوٰۃ ان کے مالدار لوگوں سے لیکر ان کے محتاج و نادار لوگوں میں تقسیم کر دی جائے، جب وہ یہ

بھی تسلیم کرلیں، تب ان کے عمدہ مال لینے سے گریز کرنا۔" فرضیت زکوٰۃ کے بارے میں حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوذر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔

فقہی احکام: (۱)صاحب نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے۔(۲)زکوٰۃ کی وصولی اور اس کی تقسیم مسلم حکومت کی سرپرستی میں ہونی چاہیے بشرطیکہ وہ دیانت دار ہو۔(۳)زکوٰۃ جس علاقے سے وصول کی جائے وہاں کے نادار ومحتاج لوگوں میں تقسیم کی جائے۔(۴)بچت کی صورت میں مرکز کی طرف روانہ کی جائے۔(۵)لوگوں کے اچھے مال لینے سے گریز کیا جائے۔

۵۹۵: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ اَلصِّدِّيقَ رضی اللہ عنہ كَتَبَ لَهُ هَذِهِ فَرِيضَةُ اَلصَّدَقَةِ اَلَّتِي فَرَضَهَا رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى اَلْمُسْلِمِينَ ,وَاَلَّتِي أَمَرَ اَللَّهُ بِهَا رَسُولَهُ " فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ مِنَ اَلْإِبِلِ فَمَا دُونَهَا اَلْغَنَمُ فِي كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ ,فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى فَإِنْ لَمْ تَكُنْ فَابْنُ لَبُونٍ ذَكَرٍ فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ أُنْثَى ,فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَأَرْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ اَلْجَمَلِ فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّينَ إِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِينَ فَفِيهَا جَذَعَةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَسَبْعِينَ إِلَى تِسْعِينَ فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ, فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِيهَا حِقَّتَانِ طَرُوقَتَا اَلْجَمَلِ ,فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ ,وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ ,وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ اَلْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا وَفِي صَدَقَةِ اَلْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةِ شَاةٍ شَاةٌ ,فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ فَفِيهَا شَاتَانِ ,فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِمِائَةٍ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِمِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ اَلرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةٍ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ ,إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ اَلصَّدَقَةِ ,وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ ,وَلَا يُخْرَجُ فِي اَلصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَاتَيْسٌ ,إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اَلْمُصَدِّقُ، وَفِي اَلرِّقَةِ رُبُعُ اَلْعُشْرِ ,فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا ,وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ اَلْإِبِلِ صَدَقَةُ اَلْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ ,فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ اَلْحِقَّةُ ,وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اِسْتَيْسَرَتَا لَهُ ,أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا ,وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ اَلْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ اَلْحِقَّةُ ,وَعِنْدَهُ اَلْجَذَعَةُ ,فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ اَلْجَذَعَةُ ,وَيُعْطِيهِ اَلْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ " رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ

البخاری، کتاب الزکاۃ، باب زکوٰۃ الغنم: ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ابن ماجۃ: ۱۸۰۰، ابن خزیمۃ: ۴/ ۲۷، ۵۸، الدارقطنی: ۲/۱۱۳، ۱۱۴، ابن حبان: ۳۲۶۶، النسائی: ۵/۱۸، البیہقی: ۴/۸۶، الحاکم: ۱/۵۴۸، ابوداود: ۱۵۶۷، احمد: ۱/۱۱، ۱۲، الجواھر النقی: ۴/۸۹، فتح الباری: ۳/۳۱۸، معرفۃ السنن والآثار: ۳/۲۱۴ ـ ۲۱۸

۵۹۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ تحریر لکھ کر دی، زکوٰۃ وہ فریضہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض فرمایا ہے، (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی کچھ فرض کیا) جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا۔ چوبیس یا اس سے کم اونٹوں پر بکریاں ہیں۔ ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری ہے، جب اونٹوں کی تعداد پچیس سے پینتیس تک ہو، تب ان میں ایک سالہ اونٹنی، اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر دو سالہ اونٹ، جب اونٹوں کی تعداد چھتیس سے پینتالیس تک ہو، تو پھر ان میں دو سالہ اونٹنی ہے، جب اونٹوں کی تعداد چھیالیس سے

ساٹھ تک ہو،تو پھران میں تین سالہ ایسی جوان اونٹنی ہے جوجفتی کے قابل ہو، جب ان کی تعداد اکسٹھ سے پچھتر تک ہوتو ان میں چار سالہ اونٹ، اور جب چھہتر سے نوے تک ہو، تب ان میں دو سالہ دو اونٹنیاں، جب ان کی تعداد نوے سے ایک سو بیس تک ہو، تب ان میں تین سالہ دو ایسی جوان اونٹنیاں ہیں جوجفتی کے قابل ہوں اور جب ان کی تعداد ایک سو بیس سے بڑھ جائے تو پھر ہر چالیس پر دو سالہ اونٹنی ہے اور ہر پچاس پر تین سالہ اونٹنی ہے، جس کے پاس فقط چار اونٹ ہوں اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، البتہ وہ اپنی خوشی سے کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے، بکریوں کی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا، جو بکریاں باہر چرنے جاتی ہیں جب ان کی تعداد چالیس سے ایک سو بیس تک ہو تب ان میں ایک بکری ہے جب ان کی تعداد ایک سو بیس سے بڑھ کر دو سو تک پہنچ جائے تب ان میں دو بکریاں ہیں، جب دو سو سے بڑھ کر تین سو تک پہنچ جائیں تب ان میں تین بکریاں ہیں، جب تین سو سے بڑھ جائیں تب ہر سو پر ایک بکری ہے، جس آدمی کے پاس باہر چرنے والی بکریاں چالیس سے کم ہوں، اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، البتہ ان کا مالک اپنی خوشی سے جو دینا چاہے وہ دے سکتا ہے، زکوٰۃ کے خوف سے غیر مشترک بکریوں کو مشترک نہ کیا جائے اور نہ مشترک کو غیر مشترک کیا جائے اور مشترکہ ریوڑ کی زکوٰۃ اپنے اپنے حصہ کے تناسب سے ادا کی جائے، زکوٰۃ کی مد میں بوڑھا اور یک چشم قطعاً بطور زکوٰۃ نہ دیا جائے اور سانڈ زکوٰۃ دینے والے کی رضا کے بغیر نہ لیا جائے (یا اس کا ترجمہ اس طرح ہوگا) بوڑھا، یک چشم اور سانڈ بطور زکوٰۃ نہ دیا جائے البتہ زکوٰۃ جمع کرنے والا اگر مناسب خیال کرے تو لے سکتا ہے، چاندی جب دو سو درہم (یا ان کے مساوی ہو) تو ان میں سے چالیسواں حصہ (2.5%) بطور زکوٰۃ دیا جائے، اگر ایک سو نوے درہم (یا ان کے مساوی چاندی) ہو تو پھر اس میں زکوٰۃ نہیں، البتہ اگر مالک خوشی سے دینا چاہے تو دے سکتا ہے، جس پر چار سالہ اونٹ بطور زکوٰۃ دینا فرض ہو مگر اس کے پاس تین سالہ اونٹنی ہو تو اس سے تین سالہ جفتی کے قابل اونٹنی اور دو بکریاں وصول کی جائیں، بشرطیکہ بکریاں آسانی سے دستیاب ہوں، بصورت دیگر اس سے بیس درہم وصول کیے جائیں، جس پر تین سالہ جفتی کے قابل اونٹنی بطور زکوٰۃ فرض ہو، لیکن اس کے پاس (تین سالہ اونٹنی نہ ہو بلکہ) چار سالہ اونٹ ہو، اس سے چار سالہ اونٹ وصول کیا جائے اور زکوٰۃ جمع کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں اس کے بدلے میں واپس کرے۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: فمادونها: مذکور تعداد سے کم۔ مخاض: اونٹنی کی وہ بچی جو عمر کے دوسرے سال میں قدم رکھ چکی ہے۔ ابن لبون: اونٹنی کا وہ بچہ جو عمر کے تیسرے سال میں قدم رکھ چکا ہو۔ بنت لبون: اونٹنی کی وہ بچی جو تیسرے سال میں قدم رکھ چکی ہو۔ حقة: حاء مکسور اور قاف مشدد مفتوح، وہ اونٹنی جو چوتھے سال میں قدم رکھ چکی ہو۔ طروقة الجمل: ایسی اونٹنی جو جسمانی طور پر جفتی کے قابل ہو۔ جزعة: جیم اور ذال دونوں مفتوح، یہ لفظ اگر مرد سے متعلق ہو تو اس کا معنی نوجوان مرد ہوگا، اگر یہ اونٹ سے متعلق ہو تو پھر ایسا اونٹ جو پانچویں سال میں قدم رکھ چکا ہو، اگر گھوڑا، گائے اور بھینس سے متعلق ہو، پھر اس سے مراد وہ ہونگے جو تیسرے سال میں قدم رکھ چکے ہوں، اگر بھیڑ یا بکری سے متعلق ہو تو پھر سال کے قریب تر۔ سائمة: ایسی بکری جو باہر چرنے جاتی ہو۔ لایفرق: الگ الگ نہ کی جائیں، یعنی دو حصے داروں کی چالیس بکریاں مشترکہ ہیں، اس عدد پر چونکہ زکوٰۃ ہے، حصہ دار زکوٰۃ کے ڈر سے اپنا حصہ الگ الگ نہیں کر سکتے۔ لایجمع: اکٹھی نہ کی جائیں، یعنی دو آدمیوں کے پاس پچاس پچاس بکریاں ہیں اور ان کا آپس میں اشتراک نہیں، لیکن وہ اس خوف سے کہ اگر وہ الگ الگ رہے تو ان میں سے ہر کو ایک بکری دینا ہوگی اور اگر اشتراک کر لیں تو پھر دونوں کو فقط ایک دینا ہوگی، لہٰذا وہ زکوٰۃ کے خوف سے اشتراک نہیں کر سکتے۔ خلیطتین: یہ خلیطة کا تثنیہ ہے، بکریوں کے ریوڑ کے ایسے مالک جن کی بکریاں ایک ساتھ چراگاہوں میں چرتی ہیں اور ایک ساتھ پانی پیتی ہیں۔ بالسوية: برابر یعنی وہ اپنی بکریوں کی تعداد کے تناسب سے زکوٰۃ دیں گے، مثلاً دونوں کی مشترکہ بکریاں سو ہیں

ان میں سے ایک کی ساٹھ اور دوسرے کی چالیس بکریاں ہیں یہ بطور زکوٰۃ ایک بکری دیں گے، اور اس قیمت کی ۳:۲ کے تناسب سے لیں یا دیں گے۔ **هــريـمة**: ہاء مفتوح اور راء مکسور، ایسی بوڑھی جس کے دانت گر چکے ہوں۔ **عـوار** : عین کو مفتوح اور مضموم دونوں طرح پڑھنا درست ہے، معیوب، یعنی عیب دار، بعض نے ضمہ اور فتحہ کے استعمال میں معنوی فرق ملحوظ خاطر بھی رکھا ہے یعنی عین کو مضموم پڑھنے کی صورت میں اس سے مراد یک چشم ہونا ہے، جبکہ فتحہ کی صورت میں مطلق عیب دار ہونا ہے۔ **تیـــس**: تاء مفتوح اور یاء ساکن، کم از کم ایک سال کا بکرا یا مینڈھا یا وہ نر جو ریوڑ میں اس لئے چھوڑا جاتا ہے تاکہ وہ بھیڑ، بکری، گائے بھینس اور اونٹنی کے ساتھ جفتی کرے۔ **المـصـدق** : صاد کو مخفف اور مشدد ہر دو طرح پڑھا جاتا ہے، مشدد پڑھنے کی صورت میں اس کی اصل متصدق ہے، تاء کو صاد میں تبدیل کیا پھر صاد کو صاد میں مدغم کر دیا، اس صورت میں اس کا معنی زکوٰۃ دینے والا ہوگا، اہل علم کے ایک گروہ نے یہی معنی مراد لیا ہے، اس صورت میں استثناء فقط تیس کی طرف راجع ہے اور تیس کرائم مال میں شمار ہوگا، یعنی صدقہ لینے والا اپنی مرضی سے سانڈ نہیں لے سکتا، البتہ مالک رضامند ہو تو پھر لے سکتا ہے، یعنی اس صورت میں رضامندی کا مرکز مالک ہے، مخفف پڑھنے کی صورت میں اس سے مراد صدقہ لینے والا ہے (جمہور محدثین نے اس لفظ کو اسی طرح ضبط کیا ہے اس صورت میں تیس کا شمار معیوب اموال میں ہوگا، یعنی بوڑھی، یک چشم اور سانڈ تینوں چیزیں بطور زکوٰۃ ادا نہ کرے البتہ زکوٰۃ جمع کرنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ یہ جانور بظاہر اگرچہ معیوب ہیں لیکن موٹے تازے ہیں اور نادار محتاج لوگوں کو گوشت مطلوب ہے، لہٰذا ان کی منفعت کی خاطر اگر وہ ایسے جانور قبول کرنے کیلئے رضامند ہو جائے تو پھر اسے ایسا کرنے کا اختیار ہے۔ **الرقة** : راء مکسور اور قاف مخفف مفتوح، خالص چاندی، خواہ وہ کرنسی کی شکل میں ہو یا کسی دوسری شکل میں بعض کا کہنا ہے کہ اس کی اصل ورق ہے، واؤ کو حذف کر کے اس کے بدلے میں آخر میں ہاء کا اضافہ کر دیا گیا۔ بعض کا کہنا ہے کہ ورق کا اطلاق فقط چاندی پر ہوتا ہے، جبکہ **الـرقة** کا اطلاق سونے اور چاندی دونوں پر ہوتا ہے، امام زہری کا کہنا ہے کہ نقدی کی صورت میں چاندی کا نصاب معتبر ہوگا، اگر سونے کے سکے خالص چاندی کے دوسو درہم کے برابر ہو جائیں تو ان پر 2.5% زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے، یہ قول جمہور اہل علم کے خلاف ہے۔ **الاتسـعين و مائة**: اس کا معنی اگرچہ ایک سو نوے ہے، مگر اس سے مراد ایک سو ننانوے ہے، اہل عرب دہائیوں میں جاتے ہیں تو پھر وہ اکائیوں کا اعتبار نہیں کرتے، چونکہ دوسو سے قبل دہائی ایک سو نوے ہے اس لئے ایک سو نوے کہا گیا ہے۔

تشریح: اس حدیث کا شمار صحیح بخاری کی ان احادیث میں ہوتا ہے، جنہیں بعض اہل علم نے معلول قرار دیا ہے، ابن ترکمانی حنفی اور عینی حنفی نے اس حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دارقطنی نے اپنی کتاب **التتبع علی الصحیحین** میں لکھا ہے کہ ثمامہ بن عبداللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا اور عبداللہ بن مثنیٰ نے ثمامہ سے نہیں سنا، اور مقدسی نے اطراف میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ زکوٰۃ سے متعلق وہ حدیث جو ثمامہ، انس سے نقل کرتے ہیں، کیسی ہے؟ انہوں نے کہا، یہ حدیث صحیح نہیں، ابن ترکمانی کہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اس میں عبداللہ بن مثنیٰ بھی متکلم فیہ ہے، امام ساجی نے اسے ضعیف اور منکر الحدیث کہا ہے، جبکہ امام ابوداؤد فرماتے ہیں، میں اسکی روایت نہیں لیتا۔

امام دارقطنی نے **التتبع علی الصحیحین** میں یہ ضرور لکھا ہے، لیکن انہوں نے **ثمامة عن انس** سے مروی طریق کو صحیح بھی تسلیم کیا ہے جبکہ یحییٰ بن معین، عبداللہ بن مثنیٰ کے بارے میں تردد کا شکار ہیں کیونکہ کبھی وہ انہیں صالح اور کبھی لیس بشيء کہتے ہیں۔ امام ابوداؤد، امام نسائی اور ساجی نے ان پر نہایت معمولی جرح کی ہے۔ جبکہ امام بخاری، امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان نے انہیں ثقہ کہا ہے، امام بیہقی **معرفة السنن و الآثار** میں لکھتے ہیں کہ امام احمد نے فرمایا، حماد بن سلمہ عن ثمامہ بن عبداللہ عن انس بن مالک کے طریق سے مروی

حدیث صحیح اور موصولاً ہے، البتہ بعض رواۃ نے اس کی تقصیر کی ہے، یعنی انہوں نے اسے امام ابوداؤد کی سند سے نقل کیا ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ آثار سے معرفت رکھتے ہیں، انہوں نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ (حماد بن سلمہ کے طریق سے مروی) حدیث منقطع ہے اور تم لوگ (یعنی محدثین) منقطع روایت کو بطور حجت اختیار نہیں کرتے، اس حدیث کو موصولاً فقط عبداللہ بن مثنیٰ نے ثمامہ کے طریق سے نقل کیا ہے اور تم لوگ (محدثین) عبداللہ بن مثنیٰ (کی مرویات) کو بطور حجت نہیں لیتے

ان اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت دو طرق سے مروی ہے، دونوں معلول ہیں، ایک منقطع ہونے کی وجہ سے اور دوسرے طریق میں، عبداللہ بن مثنیٰ متکلم فیہ ہے، اس کا کوئی متابع نہیں ہے۔

امام بیہقی نے معترضین کے اعتراضات کا مفصل جواب دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے بیان کرنے میں حماد بن سلمہ نے عبداللہ بن مثنیٰ کی متابعت کی ہے، حماد بن سلمہ سے یہ حدیث موصولاً فقط یونس بن محمد المؤدب ہی نقل نہیں کرتے، بلکہ ان کی متابعت سریج بن نعمان اور نضر بن شمیل نے بھی کر رکھی ہے، نضر بن شمیل ایسے راوی ہیں جن کا عدل و اتقان جملہ اہل فن کے نزدیک مسلم ہے اس پر مستزاد یہ ہے کہ انہیں حماد بن سلمہ کے تمام تلامذہ پر شرف تقدم حاصل ہے، نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ ہمیں حماد بن سلمہ نے بتایا کہ ہم نے ثمامہ بن عبداللہ سے یہ کتاب لی اور وہ اس کتاب کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے اور اس کے جملہ رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

امام بیہقی نے درج بالا بیانات کے ذریعے معترضین کے دونوں اعتراضات کو بے وزن ثابت کر دیا ہے یعنی ان کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ یہ روایت منقطع ہے، کیونکہ نضر بن شمیل کے طریق سے یہ واضح ہوا کہ یہ کتاب حماد بن سلمہ نے ثمامہ بن عبداللہ سے فقط حاصل نہیں کی بلکہ اس سے سنی بھی ہے، لہٰذا انقطاع کا دعویٰ باطل ہوا، نیز اس طریق سے یہ اعتراض بھی باطل ہو گیا کہ عبداللہ بن مثنیٰ کی مطابعت کسی نے نہیں کی۔ امام دارقطنی کے اس طریق کو صحیح کہنے سے خود امام دارقطنی کا یہ قول بھی باطل ہو گیا کہ ثمامہ بن عبداللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔

اس حدیث کو امام بخاری، امام بیہقی، امام ابن حبان، حافظ ابن حجر، امام حاکم، امام ابن حزم نے صحیح قرار دیا ہے، اور امام احمد بن حنبل نے بھی اس حدیث کی صحت سے اتفاق کیا ہے، جیسا کہ امام بیہقی لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ محدثین میں سے رجال کی چھان پھٹک جس قدر امام بخاری نے کی، ہمارے علم کے مطابق اتنی چھان پھٹک کسی اور نے نہیں کی، انہیں معرفت رجال وعلل میں تقدم حاصل تھا، اس کے باوجود انہوں نے اس مسئلہ میں عبداللہ بن مثنیٰ عن ثمامہ عن انس کے طریق پر اعتماد کرتے ہوئے اسے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) زکوٰۃ فرض ہے۔ (۲) خلیفہ پر یہ لازم ہے کہ وہ زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا بندوبست کرے۔ (۳) زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کیلئے باصلاحیت دیانت دار لوگوں کا انتخاب کرے۔ (۴) زکوٰۃ کم از کم چالیس بکریوں، پانچ اونٹ اور چاندی کے دوسو درہم پر ہے۔ (۵) زکوٰۃ کے موسم میں مشترکہ اموال کو الگ الگ نہ کیا جائے، اور نہ غیر مشترکہ کو مشترکہ بنایا جائے، نقدی اور مال تجارت کی زکوٰۃ کی شرح 2.5% ہے۔ (۶) عیب دار جانور زکوٰۃ میں نہ دیا جائے۔ (۷) اونٹوں میں اگر مطلوبہ جانور نہ ہو تو پھر اس سے ادنیٰ یا اعلیٰ وصول کیا جا سکتا ہے۔ کمی وبیشی نقدی یا بکریوں کی صورت میں پوری کی جا سکتی ہے۔ (۸) بکریوں اور اونٹوں میں بطور زکوٰۃ مادہ دی جائیں۔ (۹) زکوٰۃ جمع کرنے والا دیانت داری سے بعض مواقع پر صوابدیدی اختیار استعمال کر سکتا ہے۔ (۱۰) زکوٰۃ جن علاقوں سے جمع

کی جائے پہلے انہیں علاقوں میں تقسیم کی جائے۔ (۱۱) نقدی اور سامان تجارت میں چاندی کے نصاب کو بنیاد بنایا جائے۔

۵۹۶: وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ ,فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِينَ بَقَرَةً تَبِيعًا أَوْ تَبِيعَةً ,وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةً ,وَمِنْ كُلِّ حَالِمٍ دِينَارًا أَوْ عَدْلَهُ مُعَافِرَ . رَوَاهُ الْخَمْسَةُ ,وَاللَّفْظُ لِأَحْمَدَ ,وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَشَارَ إِلَى اخْتِلَافٍ فِي وَصْلِهِ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، كتاب الزكاة، باب الزكاةالسائمة: ١٥٧٦ ، ١٥٧٧، احمد: ٥/ ٢٣٠، المنهل العذب المورود: ٩/ ١٧٤، النسائي: ٢٥/٥، الترمذي: ٦٢٢، ابن ماجة: ١٨٠٣، ابن حبان: ١٥٦، الحاكم: ١/ ٥٥٥، ابن خزيمة: ١٩/٤، الارواء: ٢٦٩/٣، البيهقي: ٩٨/٤ ، ٩٩، الاحكام الوسطى: ٢/ ١٦٣، بيان الوهم والايهام: ٢/ ٢٠٦ ، ١٠٩/٣، الدارقطني: ٢/ ١٠٣، معرفة السنن والآثار: ٢/ ٢٣١ - ٢٣٣

تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ نے مذکورہ الفاظ کو احمد کی منسوب کیا ہے مسند احمد (مطبوعہ) میں بعینہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث نہیں، البتہ دیگر مصادر کے مقابلے میں مسند احمد کے الفاظ مؤلف رحمہ اللہ کے نقل کردہ الفاظ کے قریب تر ہیں۔

۵۹۶: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہیں نبی کریم ﷺ نے یمن کی طرف (عامل بنا کر) بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ تیس گائے پر ایک سالہ بچھڑا یا بچھڑی وصول کرے اور چالیس گائے پر دو دانت والا بچھڑا یا بچھڑی وصول کرے اور ہر بالغ شخص سے ایک دینار یا اس کے مساوی معافری کپڑا وصول کرے۔ اسے پانچوں نے بیان کیا ہے، مذکورہ الفاظ احمد کے ہیں، امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور اس کے موصول ہونے کے بارے میں اختلاف رائے کا اشارہ دیا ہے، نیز اسے ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: **تبیعا او تبیعة**: اس کا لغوی معنی ہے پیچھے چلنے والا، پیچھے چلنے والی، خادم پر بھی تبیع کا اطلاق ہوتا ہے اور گائے کے بچے کو بھی تبیع کہا جاتا ہے، زیر مطالعہ حدیث میں **تبیع** بمعنی **جزع یا جزعة** ہے۔ امام احمد نے ہارون بن معروف کے طریق سے یہی روایت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اس میں ہارون کہتے ہیں کہ **تبیع** سے مراد **جزع اور جزعة** ہے، امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے جو روایت نقل کی ہے اس میں **تبیعا اور تبیعة جزع اور جزعة** کے الفاظ ہیں یعنی اس میں بھی **تبیعا اور تبیعة** کی تفسیر **جزع او جزعة** سے کی گئی ہے۔ امام بیہقی نے **معرفة السنن والآثار** میں ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کے طریق سے جو روایت نقل کی ہے اس میں **تبیع جزع او جزعة** کے الفاظ ہیں۔ امام نسائی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث محمد بن اسحاق کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں **عجل تابع جزع او جزعة** کے الفاظ ہیں۔

ان بیانات سے یہ واضح ہوا کہ یہاں **تبیع** سے مراد ایک سال کا بچھڑا ہے۔ **مسنة**: بھیڑ، بکری، گائے اور اونٹ وغیرہ کا وہ بچہ جس کے دودھ کے دو دانت ٹوٹ چکے ہوں، امام نسائی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی یہی حدیث یعلیٰ بن عبید کے طریق سے نقل کی ہے۔ اس میں **مسنة** کی جگہ **ثنیة** استعمال ہوا ہے۔ اہل زبان سامنے والے دانت کو **ثنیة** کہتے ہیں، قراءحضرات سامنے کے اوپر والے دانتوں کو ثنایا علیا اور نچلے والے دو دانتوں کو ثنایا سفلیٰ کہتے ہیں۔ بھیڑ، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ وغیرہ کے دونوں دانت اکٹھے یا پھر دو چار دن کے وقفے سے گرتے ہیں اسی مناسبت سے ایسے جانور کو **مسنة یا ثنیة** کہا گیا ہے۔ **حالم**: بالغ، بالغ صرف محتلم کو نہیں کہتے، کیونکہ محتلم بلوغت کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے۔ **دینارا**: سونے کا ایک سکہ تھا۔ **عدلة**: اسکے برابر یعنی غیر مسلم جو اسلامی ریاست کے زیر سایہ زندگی گزار رہے ہیں، ان سے زکوٰۃ کی جگہ ان کی حفاظت کا ٹیکس دینار یا دینار کے مساوی معافری کپڑے کی صورت میں وصول کیا جائے۔

تشریح: گائے کے نصاب زکوٰۃ سے متعلق احادیث آپ ﷺ سے متعدد صحابہ بیان کرتے ہیں۔ مؤلف رحمہ اللہ نے ان میں سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو منتخب کیا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مسروق، یحییٰ بن حکم اور طاوس نقل کرتے ہیں۔ مسروق کے طریق سے مروی روایت کا مرکزی راوی سلیمان بن مہران الاعمش ہے، موصوف معروف مدلس ہیں اور وہ یہ روایت اپنے شیخ ابووائل سے معنعن نقل کرتے ہیں، اس علت کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہونی چاہیے تھی۔ لیکن اس روایت کو چونکہ امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں جگہ دی ہے، امام صاحب نے اپنی صحیح میں مدلس کی اس روایت کو جگہ نہیں دی جس کے سماع سے وہ باخبر نہیں اور اگر ایسی روایات نقل کی بھی ہیں تو ان کے ذکر کرنے کے بعد یہ صراحت کر دی ہے کہ میں اس کے سماع سے آگاہ نہیں۔

اس روایت کے بعد انہوں نے اس قسم کا اظہار نہیں کیا، لہٰذا یہ حدیث اس علت کی وجہ سے ضعیف نہیں۔ نیز امام ابوداؤد نے **سنن ابی ابوداؤد** میں لکھا ہے کہ اعمش سے یہ روایت شعبہ (بھی) نقل کرتے ہیں، یہ مسلم ہے کہ شعبہ کی مدلسین رواۃ سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

اعمش سے یہ روایت ان کے اکثر تلامذہ مرسل نقل کرتے ہیں۔ جبکہ یعلیٰ بن معمر موصولاً نقل کرتے ہیں۔ ان کی روایت میں دوسرا اختلاف یہ ہے کہ ان کے بعض تلامذہ **تبیعا او تبیعۃ** نقل کرتے ہیں اور بعض فقط **تبیعا** نقل کرتے ہیں۔

جیسا کہ امام بیہقی نے اپنے طریق سے جو روایت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اس میں فقط **تبیعـــاً** مذکور ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یحییٰ بن الحکم نے جو روایت نقل کی ہے اس میں بھی فقط **التبیع** مذکور ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے طاوس نے جو روایت نقل کی ہے اس میں فقط **تبیع** مذکور ہے، حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی فقط **تبیع** مذکور ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی **تبیع** مذکور ہے۔

راوی کو شک ہو یا دونوں الفاظ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہوں تاہم ہر دو صورتوں میں یہ مسلم ہے کہ گائے کے سلسلہ میں زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ بطور زکوٰۃ بچھڑا یا بچھڑی دے سکتا ہے کیونکہ اہل زبان کے نزدیک **تبیع** اور **مسنۃ** کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے۔

امام نسائی اور دارقطنی نے اس حدیث کے مرسل ہونے کو صائب کہا ہے جبکہ امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس حدیث کے مرفوع ہونے کو صائب قرار دیا ہے۔ علامہ البانی نے امام ابن خزیمہ وغیرہ کے موقف کو صائب قرار دیا ہے، کیونکہ طاوس اور یحییٰ بن حکم سے مروی روایات بھی اس موقف کی مؤید ہیں، اگرچہ فی نفسہ وہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی مرفوعاً مروی ہے، مگر یہ روایت خصیف کے سیئی الحفظ اور ابوعبیدہ کے اپنے والد سے عدم سماع کی وجہ سے ضعیف ہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اسی مفہوم کی دوسری روایت مسعودی کے اختلاط، بقیہ اور حسن بن عمارہ کے ضعیف اور حکم کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث دو علتوں کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۱) زہیر نے ابواسحاق سے ان کے اختلاط کے بعد سنا ہے۔ (۲) ابواسحاق نے یہ روایت معنعن نقل کی ہے۔

فقہی احکام: (۱) تیس سے کم گائے پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ (۲) اونٹوں کی طرح گائے کی زکوٰۃ میں مادہ دینا ضروری نہیں۔

(۳) مسنۃ کا معنی دو دانت والا ہے۔ (۴) مسنۃ کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے (۵) ذمی پر زکوٰۃ کے بدلے ٹیکس ہے۔

۵۹۷: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "تُؤْخَذُ صَدَقَاتُ الْمُسْلِمِينَ عَلَى مِيَاهِهِمْ" رَوَاهُ أَحْمَدُ وَلِأَبِي دَاوُدَ "وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِي دُورِهِمْ"

احمد، ۲/۲۱۵، ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب این تصدق الاموال: ۱۵۹۱، البیھقی: ۴/۱۱۰، ابن ماجۃ: ۱۸۰۶

۵۹۷: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمانوں سے زکوٰۃ ان کے چشموں، تالابوں اور کنوؤں پر جا کر وصول کی جائے۔" (احمد) ابوداؤد میں ہے "مسلمانوں سے صدقات ان کے محلوں اور ڈیروں پر جا کر وصول کئے جائیں۔"

لغوی تحقیق: میاہ: ماء کی جمع ہے، ماء کی جمع میاہ اور امواہ ہر دو طرح مستعمل ہے، یعنی وہ چشمے، تالاب اور کنویں جہاں لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلاتے ہیں۔ دور: یہ دار کی جمع ہے، یہاں اس سے مراد ڈیرے اور حویلیاں ہیں جہاں جانور رکھیں جاتے ہیں۔

تشریح: امام ابوداؤد اور امام احمد نے یہ حدیث محمد بن اسحاق کے طریق سے نقل کی ہے، ان کتابوں میں اگر چہ یہ حدیث ابن اسحاق نے معنعن نقل کی ہے، لیکن بیہقی میں تحدیثاً منقول ہے، جبکہ عبدالرحمٰن بن حارث اور اسامہ بن زید نے ان کی متابعت بھی کی ہے، نیز یہ حدیث حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم بھی نبی کریم سے روایت کرتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث حسن درجہ کی ہے، جبکہ عبداللہ بن عمر اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث اگر چہ مختلف فیھا ہیں تاہم صائب یہی ہے کہ ان میں ایک حسن اور ایک صحیح ہے، ان احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ عامل کو چاہیے کہ وہ لوگوں کی سہولت کا خیال رکھتے ہوئے ان کے ڈیروں تک جائے اور لوگوں کو چاہیے کہ وہ بھی عامل کی آمد کے موقع پر اپنا مال اپنے ڈیروں پر رکھیں تا کہ اسے حساب کرنے میں آسانی ہو اور اس کا وقت بھی ضائع نہ ہو۔

فقہی احکام: (۱) راعی اور رعایہ کو ایک دوسرے کا ہمدرد ہونا چاہیے۔ (۲) زکوٰۃ لوگوں کے ڈیروں پر جا کر وصول کی جائے۔
(۳) زکوٰۃ دینے والے موسم زکوٰۃ میں اپنی تیاری مکمل رکھیں۔

۵۹۸: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "لَيْسَ عَلَى اَلْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ" رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ وَلِمُسْلِمٍ "لَيْسَ فِي اَلْعَبْدِ صَدَقَةٌ إِلَّا صَدَقَةُ اَلْفِطْرِ"

البخاری، کتاب الزکاۃ، باب لیس علی المسلم فی عبدہ صدقۃ: ۱۴۶۴، مسلم: ۹۸۲، ۸۱۰، ابو داود: ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، الترمذی: ۶۳۲، النسائی: ۵/۳۵، ابن ماجۃ: ۱۸۱۲، احمد: ۲/۲۴۹، مالک: ۱/۲۷۷، الدارمی: ۱/۳۲۲، ابن خزیمۃ: ۴/۲۹، البیھقی: ۴/۱۱۷، ابن حبان: ۳۲۷۱، عبدالرزاق: ۴/۳۴، التلخیص: ۲/۱۸۴

تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ کو چاہیے تھا کہ پہلی حدیث کو فقط بخاری کی طرف منسوب کرنے کی بجائے بخاری و مسلم دونوں کی طرف منسوب کرتے، جیسا کہ انہوں نے تلخیص میں دونوں کی طرف منسوب کیا ہے، جبکہ دوسری روایت شروع کرتے وقت و فی روایۃ لمسلم فرماتے تو زیادہ مناسب ہوتا۔

۵۹۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلم پر نہ تو اس کے غلام میں زکوٰۃ ہے اور نہ اس کے گھوڑے میں۔" (بخاری) اور مسلم میں ہے کہ "غلام پر زکوٰۃ تو نہیں مگر صدقۃ الفطر ہے۔"

لغوی تحقیق: صدقۃ: قرآن میں لفظ صدقہ بمعنی زکوٰۃ بھی استعمال ہوا ہے، یہاں بھی صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہی ہے۔

تشریح: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے، بعض طرق کے الفاظ بھی ایک دوسرے مختلف ہیں، جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ نے حدیث مسلم نقل کر کے اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے جو روایت امام دارقطنی نے نقل کی ہے، اس میں **عبدہ** کے بجائے **الرقیق** اور **فرسہ** کے بجائے **الخیل** استعمال ہوا ہے، مگر اس کا مفہوم وہی جو مسلم سے مروی طریق

کا ہے، اسی مفہوم کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تمہارے لئے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے، البتہ جس کے پاس چاندی کے دوسو درہم ہوں وہ چالیسواں (2.5%) حصہ بطور زکوٰۃ ادا کرے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ وہ سواری جو اپنی ذاتی استعمال کیلئے ہے اس پر زکوٰۃ نہیں، اسی طرح خادم پر بھی زکوٰۃ نہیں، خواہ وہ کتنی مالیت ہی کا کیوں نہ ہو۔

فقہی احکام: ذاتی استعمال کی اشیاء پر زکوٰۃ نہیں خواہ ان کی قیمت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔

٥٩٩: وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " فِي كُلِّ سَائِمَةِ إِبِلٍ فِي أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ ,لَا تُفَرَّقُ إِبِلٌ عَنْ حِسَابِهَا ,مَنْ أَعْطَاهَا مُؤْتَجِرًا بِهَا فَلَهُ أَجْرُهَا ,وَمَنْ مَنَعَهَا فَإِنَّا آخِذُوهَا وَشَطْرَ مَالِهِ ,عَزْمَةً مِنْ عَزَمَاتِ رَبِّنَا ,لَا يَحِلُّ لِآلِ مُحَمَّدٍ مِنْهَا شَيْءٌ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ ,وَعَلَّقَ اَلشَّافِعِيُّ اَلْقَوْلَ بِهِ عَلَى ثُبُوتِهِ.

ابو داود، كتاب الزكاة، باب زكاة السائمة: ١٥٧٥ ،احمد: ٢٠٠٣٦ ،النسائى: ٢٥/٥، الحاكم: ٥٥٤/١، ابن خزيمة: ١٨/٤، الدارمى: ١٦٨٤

٥٩٩: حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور اس نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چرنے والے ہر چالیس اونٹوں پر ایک دوسالہ اونٹنی ہے اور اونٹوں کو (زکوٰۃ کے خوف سے) الگ الگ نہ کیا جائے، جو شخص حصول ثواب کی نیت سے زکوٰۃ ادا کرے گا، اسے اس کا ثواب یقیناً ملے گا، اور جس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ہم اس سے بزور قوت لیں گے، نیز اس سے زکوٰۃ کے علاوہ کچھ جرمانہ بھی وصول کریں گے، کیونکہ زکوٰۃ ہمارے رب کے مقرر کردہ فرائض میں سے ایک فریضہ ہے، زکوٰۃ میں سے کوئی چیز بھی آل محمد کیلئے جائز نہیں۔" اسے احمد، ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا ہے، اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام شافعی نے اپنا قول اس روایت کے ثابت ہونے سے مشروط کر رکھا ہے۔

لغوی تحقیق: **لا تفرق ابل عن حسابها:** یعنی اگر دو یا دو سے زیادہ افراد کے پاس مشترکہ چالیس یا اس سے زائد اونٹ ہوں جبکہ ان میں سے ہر ایک کے اونٹ نصاب سے کم ہیں تو وہ حضرات زکوٰۃ کے خوف سے اپنے اونٹوں کو الگ الگ کرنے کے مجاز نہیں۔ **منع** : روک لے یعنی زکوٰۃ دینے سے انکار کر دے۔ **انا آخذوها** : ہم اس سے زبردستی سے وصول کریں گے۔ **شطر** : یہ لفظ بمعنی حصہ یا بمعنی نصف مستعمل ہے۔ **عزمة:** فرض، آل: یہ لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے، یہاں اس سے مراد بنو ہاشم اور ازواج مطہرات ہیں۔

تشریح: اس روایت کے صحیح اور ضعیف ہونے کے بارے میں محدثین میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس اختلاف کا سبب بہز بن حکیم کی شخصیت ہے، اسے امام یحیٰی بن معین، امام نسائی، امام ابوداؤد اور ابن عدی نے ثقہ کہا ہے۔ امام ابوحاتم اور امام شافعی فرماتے ہیں اس کی مرویات بطور حجت اختیار کرنا درست نہیں۔ امام ابوزرعہ نے اسے صالح کہا ہے، امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ موصوف بہت ساری غلطیاں کرتے ہیں۔

امام بیہقی نے امام شافعی سے باسند نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں، اہل علم اس حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے، اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو ہمارا قول اسی کے موافق ہوگا۔ واضح رہے کہ یہ حدیث دو اجزاء پر مشتمل ہے، پہلا حصہ تو دیگر صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے۔ اور دوسرے حصے یعنی ایسے شخص سے زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ جرمانہ بھی وصول کیا جائے گا، اس بارے میں اختلاف ہے۔

فقہی احکام: زکوٰۃ نہ دینے والے سے زکوٰۃ کے علاوہ تاوان بھی لیا جاسکتا ہے۔

۶۰۰: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ،قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " إِذَا كَانَتْ لَکَ مِائَتَا دِرْهَمٍ –وَحَالَ عَلَيْهَا اَلْحَوْلُ– فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ ,وَلَيْسَ عَلَيْکَ شَيْءٌ حَتَّى يَكُونَ لَکَ عِشْرُونَ دِينَارًا ,وَحَالَ عَلَيْهَا اَلْحَوْلُ ,فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ ,فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذَلِکَ ,وَلَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ اَلْحَوْلُ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَهُوَ حَسَنٌ ,وَقَدِ اِخْتُلِفَ فِي رَفْعِهِ

ابوداود، کتاب الزکاة، باب زکوٰۃالسائمة: ۱۵۷۳، الترمذی: ۶۲۴، النسائی: ۳۷/۵، ابن ماجة: ۱۷۹۰، احمد: ۱۴۸/۱، ابن خزیمة: ۳۴/۴، التلخیص: ۱۷۴/۲، نصب الرایة: ۳۲۸/۲، الاحکام الوسطی: ۱۶۷/۲، ۱۶۸، الدارقطنی: ۹۰/۲ ـ ۹۲، معرفة السنن والآثار: ۲۹۲/۳، بیان الوهم والایهام: ۴۴۸/۵ ـ ۴۵۰

۶۰۰: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تمہارے پاس دوسو درہم ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو ان پر پانچ درہم زکوٰۃ ہے، اس وقت تک تم پر کچھ نہیں حتی کہ تمہارے پاس بیس دینار ہوں، اور ان پر سال گزر جائے تو پھر نصف دینار ہے، زیادہ پر زکوٰۃ کا تناسب یہی ہوگا، اور جب تک تمہارے پاس کسی مال پر سال گزر نہ جائے اس وقت تک تم پر زکوٰۃ نہیں۔" اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور یہ حسن ہے، البتہ اس کے مرفوع ہونے میں اختلاف ہے۔

تشریح: اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے، اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ ابواسحاق یہ روایت عاصم بن ضمرۃ اور حارث الاعور سے نقل کرتے ہیں، حارث اس روایت کو مرفوع نقل کرتا ہے جبکہ عاصم موقوف، ابن حزم کی تحقیق بھی یہی ہے، لیکن مؤلف رحمہ اللہ کو اس سے اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ ترمذی نے حدیث ابوعوانہ عن ابی اسحاق کے طریق سے عاصم سے جو روایت نقل کی ہے، وہ بھی مرفوع ہے۔ راقم کو یہ حدیث ترمذی سے نہیں ملی، اسی طرح امام ابن قطان نے بھی اس روایت کو ابوعوانہ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن انہوں نے نہیں بتایا کہ یہ روایت کہاں ہے۔ البتہ جریر بن حازم نے مذکورہ متن دونوں کی طرف منسوب کیا ہے، حافظ عبدالحق اشبیلی فرماتے ہیں کہ ابن حزم نے اسے معلول قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جریر نے حارث اور عاصم کی روایات کو ملا دیا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ دیگر اہل علم کا کہنا ہے کہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ جریر نے اپنے دونوں اساتذہ سے اس حدیث کو مرفوع نقل کیا ہے اور وہ ثقہ ہیں۔

راقم کے نزدیک اس روایت میں اس کے علاوہ بھی ایک اور علت ہے، اور وہ ہے، ابواسحاق کا مدلس ہونا اور روایت کو معنعن نقل کرنا، البتہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تلخیص میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے ان دونوں طرق کو صحیح قرار دیا ہے، لہٰذا اس بات کا احتمال ہے کہ ابواسحاق نے یہ حدیث اپنے دونوں اساتذہ سے سنی ہو، امام بخاری کا یہ قول راقم کو نہیں ملا، اگر ایسا ہی جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ نے لکھا ہے تو پھر یقیناً ابو اسحاق نے یہ حدیث عاصم اور حارث سے سنی ہوگی۔ جہاں تک امام زیلعی کا اس حدیث کو حسن کہنا اور امام نووی کا اسے حسن صحیح کہنا ہے تو یہ بات باعث تعجب نہیں کیونکہ یہ دونوں صاحبان تدلیس اور وقف کو علت نہیں گردانتے۔

واضح رہے کہ چند ضعیف روایات اس کی شاہد بھی ہیں۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت، حسان بن سیاہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی مرفوع روایت حارثہ بن محمد کی وجہ سے ضعیف ہے، جبکہ ثوری نے یہ موقوف بیان کی ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی مرفوع روایت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی وجہ سے ضعیف ہے جبکہ ثقہ رواۃ نے اس

روایت کونافع سے موقوف نقل کیا ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمراور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے ایک ساتھ مروی روایت ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع کی وجہ سے ضعیف ہے ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ سونے کے بیس دینار پر زکوٰۃ فرض ہے، ایک دینار ایک مثقال کے برابر ہے، بیس مثقال 93.60 گرام بنتے ہیں یہ تقریباً ساڑھے سات تولے وزن بنتا ہے۔

فقہی احکام: سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے یا93.60 گرام ہے،اس پر امام شافعی نے امت کا اجماع نقل کیا ہے۔

۷۰۱: وَلِلتِّرْمِذِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا ,فَلا زَكَاةَ عَلَيْهِ حَتَّى يَحُولَ الْحَوْلُ. وَالرَّاجِحُ وَقْفُهُ.

الترمذی، ابواب الزکاة، باب لا زکوٰة علی المال المستفاد: ۶۳۵ ، ۶۳۴، الدارقطنی: ۲ /۹۰ ، ۹۱، مؤطا: ۱ /۲۴۶، البیہقی: ۱۰۴/۴ ، التنقیح: ۱۷۷/۲ ، الاحکام الوسطی: ۱۷۲/۲ ، ابن ماجة: ۱۷۹۲ ، المعجم الکبیر: ۱۳۷/۲۵

۷۰۱: امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جو مال سال کے دوران حاصل ہو اس پر سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ نہیں ہے۔لیکن راجح یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔

تشریح: یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع اور موقوف ہر دو طرق سے مروی ہے مرفوع طریق عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی وجہ سے ضعیف ہونے کی وجہ سے معلول ہے، جبکہ مالک عن نافع عن ابن عمر طریق سنداً صحیح ہے لیکن وہ موقوف ہے۔اسی بنا پر دارقطنی ، حافظ ابن عبدالهادی، حافظ عبدالحق اشبیلی اور مؤلف رحمہم اللہ نے موقوف طریق کو راجح قرار دیا ہے۔مرفوع روایت کی مؤید بعض دیگر روایات بھی ہیں۔

جیسا کی حضرت عائشہ، حضرت انس اور حضرت ام سعد رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اس مال پر زکوٰۃ نہیں جس پر سال نہیں گزرتا۔" لیکن یہ تینوں روایات بھی ضعیف ہیں ،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت حارثہ بن محمد کی وجہ سے ،حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت حسان بن سیاہ کی وجہ سے اور حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا سے مروی روایت عنبسہ بن عبدالرحمٰن کی وجہ سے ضعیف ہے۔ایک سال کی قید سے متعلق اگر چہ تمام مرفوع روایات ضعیف ہیں تاہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول موقوف روایت صحیح ہے۔اس مسئلہ میں چونکہ اجتہاد کو کوئی دخل نہیں لہٰذا یہی تصور کیا جائے گا کہ یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔

فقہی احکام: (۱) زکوٰۃ سال میں ایک بار فرض ہے۔(۲) زکوٰۃ اس مال پر فرض ہوتی ہے جس پر ایک مکمل سال گزر جائے۔

۷۰۲: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَيْسَ فِي الْبَقَرِ الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالدَّارَقُطْنِيُّ ,وَالرَّاجِحُ وَقْفُهُ أَيْضًا.

ابوداود، کتاب الزکاة، باب زکاة السائمة: ۱۵۷۳ ، الدارقطنی: ۱۰۳/۲ ، البیہقی: ۱۱۶/۴ ، عبدالرزاق: ۶۸۷۲

تنبیہ: ابوداؤد میں مروی الفاظ اس طرح ہیں ؛ وَ لَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَيْئٌ ؛

۷۰۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کام میں استعمال ہونے والے بیلوں پر زکوٰۃ نہیں ۔اسے ابوداؤد اور دارقطنی نے روایت کیا ہے،اس روایت کا بھی موقوف ہونا ہی راجح ہے۔

لغوی تحقیق: البقر :گائے اور بیل دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ العوامل: یہ عاملة کی جمع ہے یعنی ایسے بیل جو کھیتی باڑی کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

تشریح: یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع اور موقوف ہر دو طرح منقول ہے،اور دونوں طرق ابواسحاق سے منقول ہیں،ابواسحاق

مدلس اور مختلط ہے، تاہم امام سفیان ثوری کا اس سے سماع اختلاط سے پہلے ہے، اس لئے یہ علت تو زائل ہوگئی، مگر تدلیس والی علت ہنوز باقی ہے۔ اس بنا پر اس روایت کے دونوں طرق ضعیف ہیں۔ البتہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے موقوف مروی روایت صحیح ہے۔

فقہی احکام: کاروبار میں استعمال ہونے والے جانوروں میں زکوٰۃ نہیں۔

۶۰۳: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ; عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ " مَنْ وَلِيَ يَتِيمًا لَهُ مَالٌ ,فَلْيَتَّجِرْ لَهُ ,وَلَا يَتْرُكْهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ اَلصَّدَقَةُ " رَوَاهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَاَلدَّارَقُطْنِيُّ ,وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ . وَلَهُ شَاهِدٌ مُرْسَلٌ عِنْدَ اَلشَّافِعِيِّ.

الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب الزکاۃ مال الیتیم: ۶۴۱، الدارقطنی: ۲/ ۱۰۹، ۱۱۰، البیہقی: ۴/۱۵۷، الاحکام الوسطی: ۲/۱۸۰، مسند شافعی: ۹۲، المعجم الاوسط: ۴۱۶۴، اللسان: ۴۳۲، ابن ابی شیبۃ: ۳/۱۴۹، مجمع الزوائد: ۳/۶۷

۶۰۳: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی یتیم کا سرپرست بنے اسے چاہیے کہ وہ یتیم کے مال کو پڑا نہ رہنے دے، بلکہ کاروبار میں لگائے، ورنہ اس مال کو زکوٰۃ ختم کر دے گی۔ اسے ترمذی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے، لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ اس روایت کی شاہد ایک مرسل روایت ہے، جو شافعی نے بیان کی ہے۔

لغوی تحقیق: ولی: واؤ مفتوح اور لام مکسور یعنی سرپرست بنے۔ فلیتجر: فعل امر ہے، یعنی کاروبار میں لگائے۔ تاکل: کھا جائے گی، یعنی ختم کر دے گی۔

تشریح: امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ روایت فقط اسی ایک طریق سے مروی ہے۔ اور اس طریق کا ایک راوی مثنیٰ بن صباح ضعیف ہے۔ اس راوی کو تقریباً تمام نامور محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ اس مفہوم کی ایک روایت حضرت عمرو بن شعیب سے ابواسحاق شیبانی کے واسطے سے مندل بن علی سے بھی بیان کی ہے، مندل بن علی بھی ضعیف ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ نے امام شافعی کی بیان کردہ جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ ابن جریج کے مدلس ہونے کی وجہ سے بھی ضعیف ہے۔ اس کی مؤید روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اس روایت کو علامہ ہیثمی نے اپنے شیخ کے حوالے سے صحیح الاسناد کہا ہے حالانکہ یہ روایت سابقہ روایت سے بھی زیادہ کمزور ہے، کیونکہ فرات بن محمد قیروانی پر جھوٹے ہونے کا الزام ہے۔ اسی مضمون کی موقوف روایات بھی مروی ہیں، ان میں سے حضرت علی، حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی روایات صحیح ہیں۔

فقہی احکام: (۱) یتیم کے مال پر بھی زکوٰۃ ہے۔ (۲) یتیم کے مال کی زکوٰۃ یتیم کا کفیل اس کی طرف سے ادا کرے گا۔
(۳) یتیم کے مال کو تجارت میں لگانا فرض نہیں البتہ مستحب ہے۔

۶۰۴: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ "اَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الدعاء لمن اتی بصدقۃ: ۱۰۷۸، البخاری: ۴۱۶۶، ابوداود: ۱۵۹۰، النسائی: ۵/ ۳۱، ابن ماجۃ: ۱۷۹۶، احمد: ۴/۳۵۳، البیہقی: ۴/۱۵۷، معرفۃ السنن والآثار: ۳/۲۱۷، ابن خزیمۃ: ۲۲۷۴

۶۰۴: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب لوگ زکوٰۃ لیکر پیش ہوتے تو آپ ﷺ

دعا فرماتے:"اے اللہ! ان پر رحمتیں نازل فرما۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: صل: یہ لفظ متعدد معنی میں مستعمل ہے، یہاں اس سے مراد دعائے رحمت ہے۔

تشریح: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ایک شخص ایک خوبصورت اونٹنی لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا:"اے اللہ! اس شخص میں اور اس کے اونٹ میں برکت عطا فرما۔"

فقہی احکام: (۱) مخیّر حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنی زکوٰۃ خود مناسب مقام تک پہنچائیں۔ (۲) حاکم یا امیر کو چاہیے کہ وہ صدقات وخیرات لیکر آنے والوں کیلئے خیر وبرکت کی دعائیں کرے۔ (۳) صرف لفظ شکریہ بولنے پر اکتفا نہ کرے۔

۷۰۵: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّ الْعَبَّاسَ رضی اللہ عنہ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فِي تَعْجِيلِ صَدَقَتِهِ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ ,فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذَلِكَ. رَوَاهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَالْحَاكِمُ.

الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب تعجیل الزکاۃ: ۶۸۱، ابوداود: ۱۶۲۴، الدارقطنی: ۱۲۳/۲، الحاکم: ۳۷۵/۳، البیہقی: ۱۱۱/۴، ابن خزیمة: ۴۹/۴، ابن ماجة: ۱۷۹۵، احمد: ۱۰۴/۱، الدارمی: ۱۶۴۳

۷۰۵: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے قبل از وقت زکوٰۃ دینے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت فرمائی۔ اسے ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

تشریح: قبل از وقت زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام سفیان ثوری وغیرہ کا کہنا ہے کہ درست نہیں، جبکہ جمہور اہل علم جواز کے قائل ہیں۔ اس اختلاف کا سبب یقیناً زیر مطالعہ روایت کی صحت اور عدم صحت کی وجہ ہے، جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں۔ زیر مطالعہ حدیث موصولاً اور مرسلاً ہر دو طرح منقول ہے، امام حاکم نے موصولاً روایت کو صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، لیکن امام بیہقی نے مرسل طریق کو صحیح قرار دیا ہے، راقم کے نزدیک امام حاکم اور امام ذہبی کا موقف راجح ہے۔ کیونکہ اس روایت کی اسی سند سے امام ابن خزیمہ نے بھی موصولاً روایت کیا ہے اس روایت پر زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ حکم بن عتیبہ مدلس ہے اور روایت معنعن ہے۔ راقم کے نزدیک ابن خزیمہ کی ایسی روایات سماع پر محمول ہونی چاہیے، کیونکہ موصوف مدلسین کی جب روایات کے سماع سے آگاہ نہیں ہوتے ان کے بارے میں عدم سماع کا خدشہ ظاہر کر دیتے ہیں، یہاں امام صاحب نے عدم سماع کا خدشہ ظاہر نہیں فرمایا، لہٰذا امام ابن خزیمہ یقیناً سماع سے آگاہ ہونگے، نیز امام ترمذی نے یہ روایت حکم بن جحل سے نقل کی ہے۔ حکم بن جحل ثقہ راوی ہیں۔

فقہی احکام: قبل از وقت زکوٰۃ دینا درست ہے۔

۷۰۶: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ قَالَ " لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ اَلْوَرِقِ صَدَقَةٌ ,وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ اَلْإِبِلِ صَدَقَةٌ ,وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ اَلتَّمْرِ صَدَقَةٌ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الزکاۃ: ۹۸۰، ابن خزیمة: ۲۳۰۳، ابن ماجة: ۱۷۹۴، احمد: ۲۹۶/۳

تنبیہ: بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور بعض میں فقط عن جابر رضی اللہ عنہ ہے، جبکہ صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے۔

۷۰۶: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"پانچ اوقیہ سے کم چاندی پر زکوٰۃ نہیں، اور پانچ سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ نہیں، اور پانچ وسق سے کم کھجوروں پر زکوٰۃ نہیں۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: اواق: یہ اوقیۃ کی جمع ہے۔ اوقیۃ: ہمزہ مضموم اور یا مشدد مفتوح، رطل کے بارہویں حصے یا چالیس درہم کو اوقیہ کہا جاتا ہے۔اس طرح پانچ اوقیوں میں دوسو درہم ہوئے۔الورق: واؤ مفتوح اور راء مکسور یعنی چاندی۔

تشریح: اس حدیث میں چاندی، اونٹ اور کھجوروں کا نصاب زکوٰۃ بیان ہوا ہے۔ مذکورہ اشیاجب مذکورہ وزن یا تعداد کو پہنچ جائیں تو ان پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ فرض ہو جائے گی، اس حدیث میں اگرچہ یہ مذکور نہیں کہ مذکورہ مقدار پر کتنی زکوٰۃ فرض ہوگی لیکن دیگر احادیث میں یہ صراحت موجود ہے۔تفصیل کیلئے حدیث رقم ۵۹۵ اور ۶۰۰ کا مطالعہ فرمائیں البتہ کھجوروں کی مقدار سابقہ احادیث میں بیان نہیں ہوئی، اس کی تفصیل حدیث رقم ۶۰۸ میں آئے گی۔(ان شاءاللہ)

۶۰۷: وَلَهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ ، لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسَاقٍ مِنْ تَمْرٍ وَلَا حَبٍّ صَدَقَةٌ . وَأَصْلُ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مسلم، کتاب الزکاۃ: ۹۷۹، البخاری: ۱۴۵۹، الترمذی: ۶۳۰، ابو داود: ۱۵۵۸، احمد: ۶/۳، الدارقطنی: ۹۳/۲، البیهقی: ۷۵۱۹

۶۰۷: مسلم میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ "پانچ وسق سے کم کھجوروں یا اناج میں زکوٰۃ نہیں ہے۔" ابوسعید سے مروی روایت صحیحین میں ہے اور وہ روایت اس کی اصل ہے۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے مذکورہ الفاظ کو صحیح مسلم کی طرف منسوب کرنے کے بعد اس کی اصل کو صحیحین کی طرف منسوب کیا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں "ولا حَبَّ" نہیں ہے جبکہ مسلم میں ہے۔

فقہی احکام: پھل اور اناج کا نصاب زکوٰۃ ایک ہی ہے یعنی بیس من۔

۶۰۸: وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ ,أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا: الْعُشْرُ , وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ "رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِأَبِي دَاوُدَ "أَوْ كَانَ بَعْلًا الْعُشْرُ ,وَفِيمَا سُقِيَ بِالسَّوَانِيْ أَوِ النَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ "

البخاری، کتاب الزکاۃ، باب العشر فیما یسقی من السماء و بالماء الجاری: ۱۴۸۳، ابو داود: ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، الترمذی: ۶۴۳، النسائی: ۴۱/۵، ابن ماجۃ: ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ابن خزیمۃ: ۳۷/۴، الدارقطنی: ۱۲۹/۲، البیهقی: ۱۳۰/۴، معرفۃ السنن والآثار: ۲۸۵/۳

۶۰۸: حضرت سالم بن عبداللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "وہ زمین جسے آسمان اور قدرتی چشمے سیراب کرتے ہیں یا وہ نمدار ہے، اس میں دسواں حصہ ہے اور وہ زمین جسے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہے، اس میں بیسواں حصہ ہے۔" اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد میں ہے "از خود سیراب ہونے والی فصل میں دسواں حصہ ہے اور جسے جانوروں کے ذریعے یا ڈول سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہے اس میں بیسواں حصہ ہے۔"

لغوی تحقیق: سقت: سین اور قاف مفتوح اور تاء ساکن ہے، ۔صیغہ واحد مؤنث غائب ہے، اس کا فاعل السماء ہے یعنی جسے آسمان (بارش، برف، شبنم وغیرہ کے ذریعے) سیراب کرتا ہے۔العیون: عین اور یاء مضموم، یہ عین کی جمع ہے، چشمے۔ عثریا: عین اور ثاء مفتوح، راء مکسور اور یاء مشدد منصوب، اس کا لغوی معنی بے کار رہنا ہے، لیکن یہاں اس سے مراد ساحلی زمین ہے۔النضح: نون مفتوح اور ضاد ساکن، اس کا لفظی معنی چھڑکاؤ کرنا ہے، جب اس مادہ کے فعل کا فاعل السماء (آسمان) ہو تو پھر اس کا معنی بارش برسانا ہے، جب اس کا

مفعول الزرع ہوتو پھر اس کامعنی کھیت کوسیراب کرنا ہے، یہاں اس سے یہی مقصود ہے۔ **العشر** : عین مضموم اورشین ساکن، دسواں حصہ۔ **بعلا** : امام ابوداؤد نے عثریا کے بدلے میں لفظ بعل استعمال کیا ہے، بعل کے لفظی معنی شوہر اور ایسی بلند زمین کے ہیں جو فقط بارش، اولوں یا برف وغیرہ ہی سے سیراب ہوسکتی ہے اور ایسی کھیتیوں کو بھی بعل کہتے ہیں، جس پانی دینے کی ضرورت نہیں پڑتی، کیونکہ وہ پانی خود حاصل کر لیتی ہے۔ یہاں یہی معنی مقصود ہے۔ **السوانی** : سانیة کی جمع ہے ایسے جانور جو پانی لانے کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

تشریح: امام بخاری، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابن خزیمہ اور امام دارقطنی وغیرہم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو حدیث نقل کی ہے اس میں عثریا نقل کیا ہے جبکہ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بعلا نقل کیا ہے، امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ وہ زمین جسے سیلاب کے ذریعے پانی ملتا ہے۔ اس کی پیداوار میں بھی دسواں حصہ ہے، بیہقی اور ابن ماجہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے طریق سے جو حدیث نقل کی ہے اس میں بھی بعلا مذکور ہے۔ ان طرق سے یہ واضح ہوا کہ عثریا اور بعلا مترادف الفاظ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی موقع پر کوئی لفظ استعمال فرمایا اور کسی پر کوئی۔

فقہی احکام: (۱) چشموں، نہروں، سیلابوں، بارش، شبنم اور اولوں وغیرہم سے سیراب ہونے والی زمین کی پیداوار میں دسواں حصہ زکوٰۃ دینا لازم ہے۔ (۲) ٹیوب ویل، تالابوں، کنوؤں وغیرہ سے سیراب ہونے والی زمین کی پیداوار میں بیسواں حصہ بطور زکوٰۃ دینا لازم ہے۔

۶۰۹: وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ; وَمُعَاذٍ رضي الله عنهما ; أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَهُمَا "لَا تَأْخُذَا فِي الصَّدَقَةِ إِلَّا مِنْ هَذِهِ الْأَصْنَافِ الْأَرْبَعَةِ الشَّعِيرِ, وَالْحِنْطَةِ, وَالزَّبِيبِ, وَالتَّمْرِ" رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ, وَالْحَاكِمُ.

احمد: ۲۲۸/۵، الطبرانی: ۱۵۱/۲۰، الدارقطنی: ۹۸/۲، الحاکم: ۵۵۸/۱، البیهقی: ۷۵۴۱، فقه السنن والآثار: ۲۸۳/۳، مجمع الزوائد: ۷۸/۳

تنبیہ: بلوغ المرام کے مطبوعہ نسخوں میں اس روایت کو طبرانی اور حاکم کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جبکہ مؤلف رحمہ اللہ نے تلخیص میں اس روایت کو حاکم اور بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے۔ علامہ ہیثمی نے اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد اس کے رجال کو رجال صحیح قرار دیا ہے۔

۶۰۹: حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: "جو، گندم، منقی اور کھجور کے علاوہ کسی اور پیداوار پر زکوٰۃ وصول مت کرنا۔" اسے حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: **الشعیر** : جو۔ **الحنطة**: حاء مکسور اور نون ساکن، گندم۔ **الزبیب**: کشمش اور منقیٰ۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں جو حصر ہے وہ حقیقی ہے یا اضافی ہے؟ اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، صاحب سبل السلام نے حسن بصری، حسن بن صالح، ثوری، شعبی اور ابن سیرین کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ فقط مذکورہ اجناس ہی میں زکوٰۃ کے قائل ہیں، جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ زیر مطالعہ حدیث میں مذکورہ حصر اضافی ہے، کیونکہ اس دور میں یمن میں یہی اجناس پائی جاتی تھیں، لہٰذا ہر اس جنس پر زکوٰۃ فرض ہے جو ان کی طرح ذخیرہ ہوسکتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ان چاروں کے ساتھ مکئی کا بھی ذکر ہے۔ لیکن وہ روایت محمد بن عبیداللہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۶۱۰: وَلِلدَّارَقُطْنِيِّ, عَنْ مُعَاذٍ، فَأَمَّا الْقِثَّاءُ, وَالْبِطِّيخُ, وَالرُّمَّانُ, وَالْقَصَبُ, فَقَدْ عَفَا عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم . وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ.

الدارقطني: ۲/۹۷، الحاكم: ۱/۵۵۸، التلخيص: ۲/۱۶۵، الطبراني: ۲۰/۱۵۱

۶۱۰: دارقطنی میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (خیارین) کھیرا اور ککڑی، تربوز، انار اور گنے میں زکوٰۃ معاف فرمائی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

لغوی تحقیق: **القثا:** قاف مکسور اور ثاء مشدد مفتوح، کھیرا/ککڑی۔ **البطیخ:** باء مکسور اور طاء مشدد مفتوح، تربوز۔ **الرمان:** راء مضموم اور میم مشدد مفتوح، آنار۔ **القصب:** قاف اور صاد دونوں مفتوح، گنا۔

تشریح: یہ روایت اسحاق بن یحییٰ کی وجہ سے ضعیف ہے، موصوف کو تقریباً تمام ماہرین فن نے ضعیف قرار دیا ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے تلخیص میں امام ترمذی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس بارے میں کوئی بھی روایت صحیح نہیں۔

۶۱۱: **وَعَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ رضی اللہ عنہما قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "إِذَا خَرَصْتُمْ ,فَخُذُوا ,وَدَعُوا اَلثُّلُثَ ,فَإِنْ لَمْ تَدَعُوا اَلثُّلُثَ ,فَدَعُوا اَلرُّبُعَ" رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ إِلَّا اِبْنَ مَاجَة ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.**

ابوداود، كتاب الزكاة، باب في الخرص: ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، الترمذي: ۶۴۳، النسائي: ۵/۴۲، ابن حبان: ۳۲۸۰، الحاكم: ۱/۵۶۰، ابن خزيمة: ۴/۴۲، البيهقي: ۴/۲۳، بيان الوهم والايهام: ۵/۵۴۹، الدارقطني: ۲/۱۳۴، احمد: ۳/۴۴۸، تهذيب: ۶/۲۴۲

۶۱۱: حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ "جب تم اجناس کا اندازہ لگاؤ تو ایک تہائی چھوڑ دیا کرو اور اگر ایک تہائی نہیں چھوڑتے تو پھر چوتھا حصہ ضرور چھوڑ دیا کرو۔" اس روایت کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور احمد نے روایت کیا ہے، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: **خـرصتـم:** یہ لفظ متعدد معنی میں مستعمل ہے یہاں بمعنی اندازہ لگانا ہے۔ خصوصاً انگور اور کھجور کی فصل کا درختوں پر اندازہ لگانا ہے، جیسا کہ دوسری حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور اور انگور کے بارے میں تخمینہ لگانے کا حکم فرمایا۔ **الثلث:** ثاء اور لام مضموم ہے، ایک تہائی۔ **الربع:** راء اور باء مضموم، چوتھا حصہ۔

تشریح: اس روایت کی صحت اور عدم صحت کا انحصار عبدالرحمٰن بن مسعود پر ہے، اسے امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، لیکن امام ابن قطان کا کہنا ہے کہ یہ مجہول الحال ہے۔ حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے اسی مفہوم کی روایت ان کے بیٹے یحییٰ بن سہل نے نقل کی ہے۔ لیکن یہ روایت عبداللہ بن شبیب کے متہم ہونے کی وجہ سے موضوع سے قریب تر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یہود کی طرف بھیجا کرتے تھے، اور وہ کھجوروں کا اس وقت تخمینہ لگاتے تھے جب وہ پکنے کے قریب ہوتی تھیں، یہ روایت منقطع ہے۔

فقہی احکام: (۱) پکنے کے قریب کھڑی فصل کا تخمینہ لگانا جائز ہے۔ (۲) عاملین زکوٰۃ کیلئے ضروری ہے کہ وہ تخمینہ لگاتے وقت کم از کم پچیس فیصد تخمینہ کم لگائیں پھر اس کے مطابق زکوٰۃ وصول کریں۔

۶۱۲: **وَعَنْ عَتَّابِ بنِ أُسَيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "أَنْ يُخْرَصَ اَلْعِنَبُ كَمَا يُخْرَصُ اَلنَّخْلُ ,وَتُؤْخَذَ زَكَاتُهُ زَبِيبًا" رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ ,وَفِيهِ اِنْقِطَاعٌ.**

ابوداود، كتاب الزكاة، باب في خرص العنب: ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، الترمذي: ۶۴۴، ابن ماجة: ۱۸۱۹، النسائي: ۵/۱۰۹، البيهقي: ۷۵۲۳، ابن خزيمة: ۴/۴۱، التلخيص: ۲/۱۷۱، شرح المهذب: ۵/۴۷۹، الحاكم: ۱/۵۶۰

۶۱۲: حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم انگوروں کا تخمینہ بھی اسی طرح لگائیں جس طرح کھجوروں کا تخمینہ لگایا جاتا ہے اور اس کی زکوٰۃ کشمش کی صورت میں وصول کی جائے۔ اسے پانچوں نے روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں انقطاع ہے۔

لغوی تحقیق: العنب: عین مکسور اور نون مفتوح، انگور۔ زبیباً: منقیٰ، کشمش۔

تشریح: یہ روایت سعید بن مسیّب، حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سعید نے حضرت عتاب رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ ابن نافع کہتے ہیں کہ سعید نے حضرت عتاب رضی اللہ عنہ کا عہد ہی نہیں پایا، امام عبدالرزاق نے یہ روایت سعید بن مسیّب کے طریق سے مرسل نقل کی ہے۔ جبکہ امام دارقطنی نے سعید بن مسیّب اور عتاب بن اسید کے درمیان مسور بن مخرمہ کا واسطہ بھی نقل کیا ہے، یہ طریق واقدی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

امام حاکم اور امام بیہقی وغیرہما نے حضرت سہل ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں کھجوروں کا تخمینہ لگانے کیلئے بھیجتے وقت کہا کرتے تھے، کہ تخمینہ لگاتے وقت اتنی مقدار چھوڑ دینا جتنی وہ پکنے تک کھا جائیں گے۔ یہ اثر صحیح ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ ائمہ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔

۶۱۳: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا ,وَفِي يَدِ ابْنَتِهَا مِسْكَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ ,فَقَالَ لَهَا "أَتُعْطِينَ زَكَاةَ هَذَا؟" قَالَتْ لَا قَالَ "أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللَّهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟"فَأَلْقَتْهُمَا. رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ ,وَإِسْنَادُهُ قَوِيٌّ.

ابوداود، کتاب الزکاة، باب الکنز ماهو ؟ و زکاة الحلي: ۱۵۶۳، النسائي: ۳۸/۵، الترمذي: ۶۴۰، البیهقي: ۱۴۰/۴

۶۱۳: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی، اس کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے، آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: "کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟" اس نے عرض کیا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم یہ پسند کرتی ہو کہ قیامت کے روز تمہیں ان کنگنوں کے بدلے آگ کے دو کنگن پہنائے جائیں؟" اس خاتون نے وہ دونوں کنگن پھینک دیے۔ اسے تینوں نے بیان کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔

لغوی تحقیق: مسکتان: یہ مسکۃ کا تثنیہ ہے اور یہ کنگن اور پازیب ہر دو کیلئے مستعمل ہے۔

تشریح: یہ روایت خالد بن حارث نے مرفوع جبکہ معتمر بن سلیمان نے مرسل نقل کی ہے۔ امام نسائی نے خالد کو معتمر سے اثبت قرار دیا ہے۔ نیز محمد بن ابراہیم بن ابی عدی نے خالد کی متابعت کی ہے۔ اس روایت کو امام ابن قطان نے صحیح الاسناد کہا ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس سند پر کوئی کلام نہیں ہے۔ زیور میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ فقہا کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔ تاہم اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زیور میں زکوٰۃ ہے۔

فقہی احکام: زیور میں زکوٰۃ ہے۔

۶۱۴: وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ.

الحاکم: ۵۴۷/۱، البیهقي: ۱۳۹/۴، ابوداود: ۱۵۶۵، التلخیص: ۱۷۶/۲، درایة: ۲۵۹/۱، الارواء: ۲۹۷/۲

۶۱۴: امام حاکم نے اس مضمون کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

تشریح: اس حدیث کوامام حاکم کےعلاوہ امام ذہبی، حافظ ابن حجر، امام دقیق العید اور علامہ البانی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: اس حدیث سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ زیورات میں بھی زکوٰۃ ہے۔

۶۱۵: **وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا كَانَتْ تَلْبَسُ أَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! أَكَنْزٌ هُوَ؟ فَقَالَ "إِذَا أَدَّيْتِ زَكَاتَهُ ,فَلَيْسَ بِكَنْزٍ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَاَلدَّارَقُطْنِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ.**

ابوداود، كتاب الزكاة، باب الكنز ماهو و زكوٰة الحلى: ۱۵۶۴، الدارقطنى: ۱۰۵/۲، البيهقى: ۸۳/۴، الحاكم: ۵۴۷/۱

۶۱۵: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ وہ سونے کا زیور پہنا کرتی تھیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہ کنز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم اس کی زکوٰۃ ادا کروگی، تب یہ کنز نہیں ہوگا۔" اسے ابوداؤد اور دارقطنی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: اوضاحاً: یہ وضح کی جمع ہے، بعض پازیب۔ کنز: وہ مال جس پر زکوٰۃ نہ دی جائے

تشریح: یہ روایت عطا بن ابی رباح اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مابین انقطاع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لیکن صحیح روایات چونکہ اس کی مؤید ہیں اس لئے اس کا منقطع ہونا مضر نہیں۔

۶۱۶: **وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنَا ; أَنْ نُخْرِجَ اَلصَّدَقَةَ مِنَ اَلَّذِي نُعِدُّهُ لِلْبَيْعِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَإِسْنَادُهُ لَيِّنٌ.**

ابوداود، كتاب الزكاة، باب العروض اذا كان للتجارة: ۱۵۶۲، البيهقى: ۱۴۶/۴، الدارقطنى: ۱۲۷/۲، المعجم الكبير للطبرانى: ۲۵۳/۷

۶۱۶: حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں مال تجارت میں زکوٰۃ دینے کا حکم فرماتے تھے۔ اسے ابوداؤد نے کمزور سند سے روایت کیا ہے۔

تشریح: یہ روایت جعفر بن سعد، خبیب بن سلیمان اور سلیمان بن سمرۃ کے مجہول ہونے کی وجہ ضعیف ہے۔ تاہم چند موقوف روایات اس کی مؤید ہیں۔ حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایسے غلام، چوپائے اور کپڑے جو تجارت کیلئے ہوں ان پر سال میں ایک بار زکوٰۃ ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے درایۃ میں اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام شافعی نے اس طرح کی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کی ہے، مگر یہ روایت ابوعمرو بن حماس کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

امام مالک نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ مال تجارت سے ڈھائی فیصد زکوٰۃ وصول کرتے تھے، یہ روایت بھی صحیح ہے۔ ابن منذر نے اس پر جماع کا دعویٰ کیا ہے۔ فقہائے سبعہ کا فتویٰ بھی اسی کے مطابق ہے۔

فقہی احکام: مال تجارت میں سال میں ایک بار ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ فرض ہے۔

۶۱۷: **وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ "وَفِي اَلرِّكَازِ اَلْخُمُسُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.**

البخارى، كتاب الزكاة، باب فى الركاز الخمس: ۱۴۹۹، مسلم: ۱۷۱۰، ابوداود: ۴۵۹۳، الترمذى: ۶۴۵، النسائى: ۴۵/۵، ابن ماجة: ۲۶۸۳، احمد: ۲۲۸/۲، ابن حبان: ۶۰۰۵ـ۶۰۰۷

۶۱۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مدفون خزانوں میں خمس ہے" (یعنی بیس فیصد ہے) بخاری و مسلم

لغوی تحقیق: **الرکاز**: راءمکسور اور آخر میں زاء ہے، اس کی تفسیر کے بارے میں دو رائے ہیں۔ اہل علم کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد زمانہ جاہلیت کا مدفون خزانہ ہے۔ امام بخاری کے نزدیک یہی راجح ہے۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد معدنیات ہیں۔

الخمس: خاء اور میم دونوں مضموم ہیں، پانچواں حصہ یعنی بیس فیصد۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ مال مدفون اور معدنیات سے پانچواں حصہ بیت المال میں شامل کیا جائے۔

فقہی احکام: معدنیات اور مدفون خزانوں پر بیس فیصد زکوۃ ہے۔

۶۱۸: **وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي كَنْزٍ وَجَدَهُ رَجُلٌ فِي خَرِبَةٍ "إِنْ وَجَدْتَهُ فِي قَرْيَةٍ مَسْكُونَةٍ فَعَرِّفْهُ وَإِنْ وَجَدْتَهُ فِي قَرْيَةٍ غَيْرِ مَسْكُونَةٍ فَفِيهِ وَفِي اَلرِّكَازِ: اَلْخُمُسُ" أَخْرَجَهُ اِبْنُ مَاجَهُ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ**

مسند شافعي: ۹۶، البيهقي: ۱۵۵۷۱، الحاكم: ۲/۶۵، معرفة السنن والآثار: ۳/۱۵۳، التلخيص: ۲/۱۸۲

تنبیہ: راقم کو یہ حدیث ابن ماجہ میں سے دستیاب نہیں ہوئی۔

۶۱۸: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس خزانے کے بارے میں جو کسی آدمی کو غیر آباد علاقے سے ملے، فرمایا: "اگر تم اسے کسی آباد علاقے میں پاؤ تو اس کا اعلان کر، اور اگر کسی غیر آباد علاقے میں پاؤ تو پھر اس میں اور معدنیات میں بیس فیصد ہے۔" اسے ابن ماجہ نے حسن سند سے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: خربة: خاء مفتوح اور راء مکسور، ویرانہ۔ **فعرفه**: عین مفتوح اور راء مشدد مکسور اور فاء مجزوم، اعلان کرو۔ **مسکونة**: رہائشی علاقہ

تشریح: زیر مطالعہ روایت ابن ماجہ کی طرف منسوب کی گئی ہے جبکہ یہ روایت ابن ماجہ میں نہیں ہے، مؤلف رحمہ اللہ نے **تلخیص** میں اس روایت کو امام شافعی کی طرف منسوب کیا ہے۔ امام بیہقی نے بھی یہ روایت امام شافعی کے طریق سے ہی نقل کی ہے۔ اس روایت میں بھی صراحت ہے کہ رہائشی علاقے میں ملی چیز کا اعلان ایک سال تک کیا جائے، اگر سال کے دوران اس چیز کا مالک آ جائے تو اسے واپس کر دی جائے، اس کے بعد اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) آباد علاقے میں ملی ہوئی چیز کا ایک سال تک گاہے گاہے اعلان کیا جائے۔ (۲) سال کے بعد اس چیز کو استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ (۳) غیر آباد علاقے سے ملی چیز سے بیس فیصد زکوۃ ادا کی جائے۔

۶۱۹: **وَعَنْ بِلَالِ بْنِ اَلْحَارِثِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ أَخَذَ مِنَ اَلْمَعَادِنِ اَلْقَبَلِيَّةِ اَلصَّدَقَةَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد.**

ابو داود، كتاب الوصايا، باب في اقطاع الارضين: ۳۰۶۱، البيهقي: ۴/۱۵۲، مؤطا: ۱/۲۴۸، معرفة السنن والآثار: ۱/۳۰۷، الارواء: ۳/۳۱۳

۶۱۹: حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبل نامی جگہ میں واقع کانوں سے زکوۃ وصول فرمائی۔ ابوداؤد

لغوی تحقیق: **معادن**: معدن کی جمع یعنی کانیں۔ قبلیة: قاف اور باء مفتوح، یہ قبل نامی جگہ کی طرف منسوب ہے، قبل ایک مقام ہے جو فرع کے نواح میں واقع ہے۔

تشریح: یہ روایت حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے منقول ہے اور کوئی بھی طریق علت سے خالی نہیں، یہی وجہ ہے کہ امام شافعی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اہل حدیث اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیتے، علامہ البانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے جملہ طرق کو جمع کرنے سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے زمین کا وہ ٹکڑا حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا

لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ معدنیات میں زکوٰۃ ہے۔

اہل علم میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ معدنیات میں زکوٰۃ بیس فیصد ہے یا ڈھائی فیصد ہے؟ جن حضرات نے معدنیات اور رکاز کو ایک ہی چیز خیال کیا ہے، ان کے نزدیک تو دونوں میں خمس ہے کیونکہ رکاز میں خمس کا ہونا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ نیز یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی موقوف روایت کو بھی بطور دلیل نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مکحول سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معادن کو رکاز کا مترادف قرار دیتے ہوئے اس میں خمس مقرر فرمایا تھا۔ یہ روایت منقطع ہے کیونکہ مکحول نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

اہل علم کا جو طبقہ معادن اور رکاز کو الگ الگ قرار دیتا ہے، ان کے نزدیک معادن میں زکوٰۃ ہے۔ امام شافعی بھی اگرچہ معادن اور رکاز کو الگ الگ قرار دیتے ہیں مگر وہ معدنیات میں ڈھائی فیصد زکوٰۃ کے قائل نہیں، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے کانوں کی آمدنی پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ مقرر فرمائی ہے۔

فقہی احکام: کانوں کی پیداوار میں بھی خمس یعنی بیس فیصد ہے۔

۲۔ بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ — صدقہ فطر کا بیان

۶۲۰: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ ,صَاعًا مِنْ تَمْرٍ ,أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ ,وَالذَّكَرِ ,وَالْأُنْثَى ,وَالصَّغِيرِ ,وَالْكَبِيرِ ,مِنَ الْمُسْلِمِينَ ,وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الزکاۃ، باب فرض صدقۃ الفطر: ۱۵۰۳، مسلم: ۹۸۴، ابوداود: ۱۶۱۱، ۱۶۱۳، الترمذی: ۶۷۶۔ ۶۷۹، النسائی: ۴۸/۵، ابن ماجۃ: ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، الدارمی: ۳۲۹/۱، ابن خزیمۃ: ۸۰/۴، الدارقطنی: ۱۳۹/۲، البیہقی: ۱۶۴/۴

۶۲۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان غلام، آزاد، مرد و زن اور چھوٹے بڑے پر ایک صاع صدقہ فطر فرض کیا ہے، خواہ وہ صاع کھجور سے ہو یا جو سے، نیز اس کے متعلق حکم فرمایا کہ یہ صدقہ عید کی نماز کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: صاع: یہ ایک پیمانہ ہے جو 5.33 رطل کے برابر ہے۔ جدید حساب کے مطابق تقریباً 2.5 کلو وزن بنتا ہے۔

تشریح: صدقہ الفطر کی فرضیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے متعدد صحابہ نے روایات نقل کی ہیں۔ ان روایات کے الفاظ اگرچہ ایک دوسرے سے قدر مختلف ہیں تاہم چند باتیں سب میں مشترک ہیں۔

(۱) صدقہ الفطر ہر مسلمان پر فرض ہے، خواہ وہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، بڑا ہو یا چھوٹا۔ (۲) صدقہ الفطر اجناس کی صورت میں فرض ہے، یعنی جو لوگ جونسی اجناس کھاتے ہیں وہ صدقہ الفطر کے طور پر وہی ادا کریں۔ (۳) صدقہ الفطر ہر فرد پر ایک صاع فرض ہے۔ (۴) عید کی نماز کیلئے نکلنے سے پہلے مستحق افراد تک پہنچانا ضروری ہے، تاکہ وہ لوگ بھی دیگر مسلمانوں کے ساتھ عید کی خوشیوں اور مسرتوں میں شریک ہو جائیں۔ (۵) ایک روایت میں ہے کہ اس کی ادائیگی عید کی نماز سے پہلے پہلے ضروری ہے، ورنہ اس کا شمار عام صدقات میں ہوگا۔ (۶) صدقہ الفطر کی ادائیگی گھر کے سربراہ کے ذمہ ہے۔ (۷) یتیم بچوں کے پاس اگر مال ہے تو ان کا صدقہ ان کے

مال سے دیا جائے گا بصورت دیگر جوان کی کفالت کرتا ہے وہ ان کا صدقہ ادا کرے گا۔(۸) اس کیلئے صاحب نصاب ہونے کا تذکرہ کسی صحیح یا حسن حدیث سے ثابت نہیں۔ان احادیث سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ صدقہ الفطر ہر گھر کا سربراہ اپنے طور پر کسی مستحق کو دینے کا مجاز ہے، یعنی زکوٰۃ کی طرح اس کا حکومت کے کارندوں کو جمع کروانا لازم نہیں۔

تنبیہ: عصر حاضر میں صدقہ الفطر کی ادائیگی کا ایک نامناسب طریقہ رائج ہو چکا ہے۔یعنی لوگ صدقہ الفطر گھر سے نکلنے سے پہلے ادا نہیں کرتے بلکہ عیدگاہ پہنچ کر ادا کرتے ہیں، نیز اجناس کی شکل میں ادا کرنے کی بجائے نقدی کی صورت میں ادا کرتے ہیں، یہ دونوں عمل رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے ثابت نہیں، اس لئے ان کی حوصلہ شکنی ضروری ہے

۶۲۱: وَلابْنِ عَدِيٍّ وَالدَّارَقُطْنِيِّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيف "اغْنُوهُمْ عَنِ الطَّوَافِ فِي هَذَا الْيَوْمِ"

الکامل لابن عدی: ۵۵/۷، الدارقطنی: ۱۵۳/۲، البیہقی: ۱۷۵/۴ (۷۸۳۲)

تنبیہ: دارقطنی میں عن الطواف مذکور نہیں البتہ بیہقی میں ہے۔

۶۲۱: ابن عدی اور دارقطنی میں ضعیف سند سے منقول ہے کہ اس روز نادار لوگوں کو گھر گھر مانگنے سے بے نیاز کر دو۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے مفصل منقول ہے، اس حدیث کا پہلا حصہ صحیح اسناد سے بھی مروی ہے البتہ آخری حصہ جو مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اس کی تائید کسی صحیح سند سے نہیں ہوتی جبکہ یہ سند ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن کی وجہ سے ضعیف ہے۔ کیونکہ اسے امام بخاری نے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔

۶۲۲: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا نُعْطِيهَا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ ,أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ ,أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ ,أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ، أَمَّا أَنَا فَلا أَزَالُ أُخْرِجُهُ كَمَا كُنْتُ أُخْرِجُهُ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ . وَلِأَبِي دَاوُدَ، لَا أُخْرِجُ أَبَدًا إِلَّا صَاعًا.

البخاری، کتاب الزکاۃ، باب صاع من زبیب: ۱۵۰۸،باب الصدقة قبل العید: ۱۵۱۰، مسلم:۹۸۵،ابوداود:۱۶۱۶ـ۱۶۱۸، الترمذی: ۶۷۲، النسائی: ۵۱/۵، ابن ماجة: ۱۸۲۹، احمد: ۲۳/۳، الدارمی: ۳۲۹/۱، ابن خزیمة: ۸۹/۴، الدارقطنی: ۱۴۶/۲،فتح الباری: ۳۷۳/۳، البیہقی: ۷۸۰۳، ۷۸۰۴، ۷۸۱۸، معرفة السنن والآثار: ۳۲۵/۳ـ ۳۲۹

۶۲۲: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں ایک صاع کھانے کا، ایک صاع کھجور کا، ایک صاع جو کا اور ایک صاع کشمش/منقی کا دیا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ ایک صاع پنیر دیا کرتے تھے، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لیکن میں تو ہمیشہ وہی مقدار نکالتا رہوں گا جو میں عہد رسالت مآب ﷺ میں نکالا کرتا تھا۔ ابوداؤد میں مروی روایت میں ہے کہ میں تو ہمیشہ ایک صاع ہی دیا کروں گا۔

لغوی تحقیق: **الطعام:** اس سے یہاں ہر قسم کا کھانا مراد ہے یا گندم؟ اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام خطابی وغیرہ کا کہنا ہے کہ یہاں اس سے مراد گندم ہے، کیونکہ جب یہ لفظ علی الاطلاق استعمال ہوتا ہے تو گندم پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے **اذهب الى سوق الطعام** یعنی گندم کی منڈی ہی مراد ہوگی جبکہ ابن منذر وغیرہ کا کہنا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے پہلے لفظ مجمل استعمال کیا اور بعد میں اس کی تفصیل بیان کر دی، جیسا کہ عیاض بن عبداللہ بن سعد سے مروی طریق میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم عہد رسالت مآب ﷺ میں صدقہ الفطر کے طور پر ایک صاع کھانے کا دیتے تھے اور اس وقت ہمارا کھانا جو، کشمش، پنیر اور کھجور تھی۔ جبکہ عیاض بن عبداللہ سے مروی ایک طریق میں **حنطة** بھی مذکور ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں، اگر یہ لفظ محفوظ ہے تو پھر طعام

سے مراد گندم ہے، ورنہ لفظ طعام مجمل ہے اور بعد کے الفاظ اس کی تفسیر ہیں۔

تشریح: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے، بعض طرق میں یہ بھی صراحت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب اپنے عہد خلافت میں حج یا عمرہ کرنے آئے تو لوگوں نے ان سے گندم سے متعلق بات کی تو انہوں نے کہا، میرا خیال ہے کہ شام کی گندم کا نصف صاع (قیمت کے اعتبار سے) کھجور کے ایک صاع کے برابر ہے۔

اس پر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے درج بالا حدیث بیان کر کے اپنے ردعمل کا اظہار فرمایا۔ بعض احادیث میں لفظ البر، **القمح، حنطة،** اور **دقیق** بھی مذکور ہے، ان میں سے کسی میں گندم کے نصف صاع کا ذکر ہے اور کسی میں مکمل صاع کا ذکر ہے، عجیب اتفاق ہے کہ ان میں سے کوئی بھی روایت آپ ﷺ سے موصولاً ثابت نہیں۔

فقہی احکام: (۱) صدقۃ الفطر ہر مسلمان پر ایک صاع فرض ہے۔ (۲) صدقۃ الفطر میں قیمت کا اعتبار درست نہیں۔ (۳) جب قیمت کا اعتبار درست نہیں تو پھر نقدی کی صورت میں صدقۃ الفطر ادا کرنا باولی درست نہیں۔ (۴) صحابی کے اجتہاد سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔

۶۲۳: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ زَكَاةَ اَلْفِطْرِ; طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اَللَّغْوِ ,وَالرَّفَثِ ,وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ ,فَمَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ اَلصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ ,وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ اَلصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ اَلصَّدَقَاتِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَابْنُ مَاجَهْ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِم.

ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الفطر: ۱۶۰۹، ابن ماجۃ: ۱۸۲۷، الحاکم: ۵۶۸/۱، البیہقی: ۱۶۲/۴، الدارقطنی: ۱۳۸/۲

۶۲۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے روزے دار کو اس کی لغویات سے پاک کرنے اور مساکین کو کھانا فراہم کرنے کے لیے صدقۃ الفطر فرض فرمایا جو شخص صدقۃ الفطر نماز عید سے قبل ادا کر دے تو اس کا صدقہ (بحیثیت صدقۃ الفطر) منظور کر لیا جاتا ہے اور جو عید کی نماز کے بعد ادا کرے تو اس کی حیثیت عام صدقات میں سے کسی ایک صدقہ کی طرح ہے۔ اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: **طھرۃ:** طاء مضموم اور ھاء ساکن، یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے نصبی حالت میں ہے یعنی صدقۃ الفطر کے فرض ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس کے ذریعے روزے دار کے تسامحات معاف کر دیے جائیں۔ **اللغو:** ایسا کام جو معقولیت سے خالی ہو۔ **الرفث:** یہ ذو معنی لفظ ہے مگر یہاں اس سے مراد فحش گوئی ہے۔ **طعمۃ:** طاء مضموم اور عین ساکن، مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منسوب واقع ہے۔ صدقۃ الفطر کے فرض ہونے کا دوسرا سبب مساکین کو خوراک مہیا کرنا ہے۔

تشریح: اس حدیث کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں جیسا کہ امام دارقطنی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان رواۃ میں سے کوئی بھی راوی مجروح نہیں۔ امام مقدسی فرماتے ہیں کہ یہ سند حسن ہے۔

اس حدیث میں چونکہ لفظ مساکین استعمال ہوا ہے اس لیے اہل علم کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ صدقۃ الفطر کا فقط ایک ہی مصرف ہے۔ جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ زکوۃ کی طرح اس کے بھی آٹھ مصارف ہیں۔

فقہی احکام: (۱) صدقۃ الفطر مساکین کا حق ہے۔ (۲) صدقۃ الفطر طعام کی صورت میں ادا کرنا ضروری ہے۔
(۳) اس کی ادائیگی کا آخری وقت عید کی نماز تک ہے اور ایک دو روز پہلے بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ بَابُ صَدَقَةِ التَّطَوُّعِ   خیرات کا بیان

۶۲۴: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ " فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ " وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الآذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ: ۶۶۰، مسلم: ۱۰۳۱، الترمذی: ۲۳۹۱، النسائی: ۸/۲۲۲،

احمد: ۲/۴۳۹، ابن خزیمۃ: ۱/۱۸۵، فتح الباری: ۲/۱۴۶، المعجم الاوسط: ۶۳۲۰، ابن حبان: ۴۴۸۶

تنبیہ: صحیح مسلم میں لا تعلم یمینه ماتنفق شماله ہے۔ظاہر ہے کہ یہ کسی راوی کے وہم کا نتیجہ ہے۔

۶۲۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"سات قسم کے انسانوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دے گا، اس دن اللہ کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔" پھر ساری حدیث بیان کی اور اس کے آخر میں ہے کہ "ان میں سے ایک قسم کے انسان وہ ہونگے جو اس قدر مخفی طریقے سے خیرات کریں گے کہ ان کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہیں ہوگا کہ ان کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔"

لغوی تحقیق: ظل: سایہ۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں سات قسم کے انسانوں کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا سایہ میسر آنے کی نوید مسرت سنائی گئی ہے، آیا قیامت کے روز اس حدیث میں مذکور انہی سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا سایہ میسر آئے گا یا ان کے علاوہ کچھ اور خوش نصیب انسان بھی ہیں جنہیں یہ سایہ میسر آئے گا۔

مؤلف رحمہ اللہ نے **فتح الباری** میں ابن حبان، احمد، حاکم اور **شرح السنه** کے حوالے سے بعض دوسرے خوش نصیب لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے، ان میں غازی، مجاہدین کے ساتھ تعاون کرنے والے، قرض کی وصولی کے سلسلے میں تنگ دست کو مہلت دینے والے اور قرض معاف کرنے والے، وہ غلام جو آزادی حاصل کرنے کیلئے اپنے آقا سے تحریری معاہدہ کر چکا ہے۔ اس کے ساتھ تعاون کرنے والے، راست گوئی اور دیانت داری سے تجارت کرنے والے، ضامن اور تاوان زدہ آدمی کے ساتھ تعاون وغیرہ کرنے والے۔

اس حدیث میں دوسری بات جو اہل علم کے نزدیک زیر بحث ہے وہ اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سائے سے کیا مراد ہے؟ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں اس گروہ کی اس دلیل کی طرف اشارہ کیا جو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں **فی ظل عرشه** کے الفاظ ہیں۔ یعنی انہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے کے نیچے جگہ دے گا، مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ امام طبرانی نے ابوصالح کے طریق سے جو حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اس میں بھی ظل عرشہ ہی مذکور ہے۔

امام طبرانی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث حفص بن عاصم از ابوہریرہ کے طریق سے معروف ہے، قاضی عیاض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا سایہ ہے، ان دونوں صورتوں میں اضافت تشریفیہ ہوگی۔ جبکہ عیسیٰ بن دینار وغیرہ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی حمایت وحفاظت ہے۔ راقم کے نزدیک ان تکلفات کی ضرورت نہیں کیونکہ فی ظلہ اور فی ظل عرشہ میں کوئی تعارض نہیں، چونکہ عین ممکن ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کا سایہ بھی ہو اور اس کے عرش کا سایہ بھی ہو، صحیح احادیث میں سورۃ بقرۃ اور سورۃ

آل عمران کے سائے کا بھی ذکر ہے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں صدقہ کے سایہ کا بھی ذکر ہے۔

فقہی احکام: (۱) خیرات چھپا کر اور گنے بغیر دینا زیادہ افضل ہے۔

(۲) بعض نیک اعمال کے صلے میں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ یا اس کے عرش کا سایہ میسر آئے گا۔

۶۲۵: وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ يَقُولُ "كُلُّ اِمْرِءٍ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ حَتَّى يُفْصَلَ بَيْنَ اَلنَّاسِ" رَوَاهُ اِبْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ.

ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب ذکر البیان بان ظل کل امرء فی القیامۃ یکون صدقتہ: ۳۳۱۰، الحاکم: ۵۷۶/۱، احمد: ۱۴۷/۴، الحلیۃ: ۱۸۱/۸، الزھد لابن مبارک: ۶۴۵، ابو یعلیٰ: ۱۷۶۶، ابن خزیمۃ: ۲۴۳۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۸۰/۱۷

۶۲۵: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے "ہر شخص اپنے صدقہ کے سائے میں اس وقت تک رہے گا یہاں تک کہ تمام لوگوں کا فیصلہ ہو جائے۔" (ابن حبان، حاکم)

تشریح: سابقہ حدیث میں تو محض خیرات کی فضیلت بیان ہوئی تھی لیکن اس حدیث میں ہر قسم کے صدقہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ یعنی خیرات کرنے والا قیامت کے روز اپنے صدقہ کے سائے میں رہے گا جس کی وجہ سے روز قیامت کی گرمی اس پر اثر انداز نہیں ہوگی

فقہی احکام: (۱) قیامت کے روز خیرات کا بھی سایہ ہوگا۔ (۲) خیرات کرنے والا اپنے صدقات کے سائے میں ہوگا۔

۶۲۶: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ اَلْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ ,عَنِ اَلنَّبِيِّ ﷺ قَالَ "أَيُّمَا مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلَى عُرْيٍ كَسَاهُ اَللَّهُ مِنْ خُضْرِ اَلْجَنَّةِ وَأَيُّمَا مُسْلِمٍ أَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلَى جُوعٍ أَطْعَمَهُ اَللَّهُ مِنْ ثِمَارِ اَلْجَنَّةِ وَأَيُّمَا مُسْلِمٍ سَقَى مُسْلِمًا عَلَى ظَمَإٍ سَقَاهُ اَللَّهُ مِنَ اَلرَّحِيقِ اَلْمَخْتُومِ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِي إِسْنَادِهِ لِينٌ.

ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء: ۱۶۸۲، الترمذی: ۲۴۵۷، احمد: ۱۳/۳

۶۲۶: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو مسلم کسی برہنہ مسلم کو لباس پہنائے گا، اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو جنت کا سبز ریشمی لباس پہنائے گا، اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے گا اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو جنت کے سیل بند مشروب پلائے گا۔" اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

لغوی تحقیق: عری: عین مضموم اور راء ساکن، یعنی ایسا شخص جو لباس سے محروم ہو۔ خضر: خاء مضموم، ضاد ساکن، یہ اخضر کی جمع ہے یعنی جنت کا سبز ریشمی لباس۔ ظمأ: ظاء اور میم مفتوح اور آخر میں ہمزہ، یعنی پیاس۔ الرحیق: نشے سے پاک مشروب۔ المختوم: سیل بند

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف ہونے کا اشارہ دیا ہے۔ اس روایت کے ضعیف ہونے کا سبب ابوخالد دولانی اور اس کا شاگرد ابوبدر ہیں یا پھر دونوں میں سے کوئی ایک ہے۔ ابوخالد دولانی کو امام ابوحاتم اور امام حاکم نے ثقہ کہا ہے۔ جبکہ امام احمد نے اس کے بارے میں لابأس بہ کہا ہے۔ ابن سعد نے اسے منکر الحدیث، امام ابن حبان نے ضعیف اور علامہ ابن عبدالبر نے لیس بحجۃ کہا ہے۔ ابوبدر شجاع بن ولید کو امام احمد اور امام عجلی نے ثقہ جبکہ امام ابوحاتم نے لیس بالمتین کہا ہے۔

فقہی احکام: پیشہ ور لوگوں کو خیرات دینے سے احتراز کرنا چاہیے اور جو ضرورت مند ہوں انہیں خوب دینی چاہیے۔

۶۲۷: وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رضی اللہ عنہ عَنِ اَلنَّبِيِّ ﷺ قَالَ "اَلْيَدُ اَلْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ اَلْيَدِ اَلسُّفْلَى ,وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ ,وَخَيْرُ اَلصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى ,وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اَللَّهُ ,وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اَللَّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

البخاری، کتاب الزکاۃ، باب لا صدقۃ الا عن ظهر غنی: ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۹، مسلم: ۱۰۳۴، النسائی: ۶۹/۵، احمد: ۴۰۲/۳، الدارمی: ۱۶۵۹، المعجم الاوسط: ۳۰۱۶، ۷۲۴۷، ۹۲۴۲، ۹۴۸۲، فتح الباری: ۲۹۷/۳، البیہقی: ۷۷/۴

۶۲۷: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور آغاز ان سے کر جن کی تو کفالت کرتا ہے اور بہترین خیرات وہ ہے جو اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد دی جائے اور جو شخص دست سوال دراز کرنے سے بچتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے سوال کرنے سے بچا لیتا ہے اور جو بے نیازی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز کر دیتا ہے۔" بخاری و مسلم، مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

لغوی تحقیق: **الیدالعلیا**: اوپر والا ہاتھ، یعنی جو خیرات کرتا ہے۔ **الید السفلی**: نیچے والا ہاتھ یعنی دست سوال۔

ظهر غنی: ضرورت سے زائد اشیاء۔

تشریح: اس مفہوم کی حدیث رحمت عالم ﷺ سے متعدد صحابہ نے نقل کی ہے۔ حکیم بن حزام، ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمر سے مروی احادیث میں، **الید العلیا** اور **الید السفلی** کی تفسیر بھی مذکور ہے، نور الحسن خاں نے مسند اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اوپر والے ہاتھ سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس سے مراد دینے والا ہاتھ ہے۔"

مؤلف رحمہ اللہ نے **فتح الباری** میں طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کا ہاتھ دینے والے کے ہاتھ کے اوپر ہے اور دینے والے کا ہاتھ لینے والے کے ہاتھ سے اوپر ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اوپر والے ہاتھ سے مراد خرچ کرنے والا ہاتھ ہے اور نیچے والے ہاتھ سے مراد دست سوال ہے، حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دینے والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضرت طارق محاربی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "دینے والا ہاتھ ہی اوپر والا ہاتھ ہے۔"

فقہی احکام: (۱) سوال کرنے سے حتی المقدور احتراز کیا جائے۔ (۲) جو سوال کرنے سے بچتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکی ضرورت غیب کے خزانوں سے پوری کر دیتا ہے۔ (۳) ہر آدمی کیلئے پہلا مصرف اس کی اپنی ذات اور اس کے زیر کفالت افراد ہیں۔ (۴) ضرورت سے زیادہ اشیا خیرات کر دینا نہایت پسندیدہ عمل ہے۔

۶۲۸: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ أَيُّ اَلصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ "جُهْدُ اَلْمُقِلِّ, وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ" أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ, وَأَبُو دَاوُدَ, وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ, وَابْنُ حِبَّانَ, وَالْحَاكِمُ.

ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب الرخصۃ فی ذالک: ۱۶۷۷، احمد: ۳۵۸/۲، الحاکم: ۵۷۴/۱، ابن خزیمۃ: ۱۰۲/۴، ابن حبان: ۳۳۴۶، البیہقی: ۱۸۰/۴

تنبیہ: بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں اس حدیث کو ابن خزیمہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اور بعض میں نہیں۔

۶۲۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "کم آمدنی والے کا خیرات کرنا اور صدقہ کی ابتدا ان سے کر جن کی تو کفالت کرتا ہے۔" اسے احمد و ابو داؤد نے روایت کیا ہے، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے

لغوی تحقیق: جهد: جیم مضموم اور ہاء ساکن، ہمت ۔ المقل: میم مضموم اور قاف مکسور، کم آمدنی والا شخص، یعنی کم آمدنی والے شخص کا اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرنا۔

فقہی احکام: (۱) کم آمدنی والے افراد کا اپنی طاقت کے مطابق صدقہ کرنا سب سے بہتر خیرات شمار ہوتا ہے۔ (۲) کم آمدنی والا، صدقہ کا آغاز اپنے زیر کفالت افراد سے کرے، اگر اس کی ساری آمدنی اسی میں ختم ہو جائے تو اس کا ایسا کرنا اس کیلئے بہترین خیرات شمار ہو گا۔ (۳) اگر زیر کفالت افراد کی ضرورت سے بڑھ جائے اور وہ اسے نادار لوگوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کر دے تو یہ دونوں صورتیں اس کیلئے بہترین خیرات کی ہیں۔

٦٢٩: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "تَصَدَّقُوا" فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اَللَّهِ ,عِنْدِي دِينَارٌ؟ قَالَ "تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى نَفْسِكَ" قَالَ عِنْدِي آخَرُ ,قَالَ "تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى وَلَدِكَ" قَالَ عِنْدِي آخَرُ ,قَالَ "تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى زَوْجَتِكَ" قَالَ عِنْدِي آخَرُ ,قَالَ "تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى خَادِمِكَ" قَالَ عِنْدِي آخَرُ ,قَالَ "أَنْتَ أَبْصَرُ بِهِ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ, وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ.

ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب فی صلة الرحم: ١٦٩١، النسائی: ٥ /٦٢، احمد: ٢/ ٢٥١، ابن حبان: ٣٣٣٧-٣٣٣٩، الحاکم: ١/٥٧٥، المعجم الاوسط: ٨٠٥٦، ٨٩٤١، البیهقی: ٧/ ٤٦٦، کشف الاستار: ١٨٨٧

٦٢٩: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "صدقہ کرو۔" اس پر ایک آدمی نے عرض کیا، اللہ کے رسول ﷺ! میرے پاس ایک دینار ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے اپنی ذات پر صدقہ کرو۔" اس نے عرض کیا، میرے پاس ایک اور بھی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنی اولاد پر صدقہ کر۔" اس نے عرض کیا، میرے پاس ایک اور بھی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے اپنی اہلیہ پر صدقہ کر۔" اس نے عرض کیا، میرے پاس ایک اور بھی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے اپنے خادم پر صدقہ کر۔" اس نے عرض کیا، میرے پاس ایک اور بھی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تجھے خوب سمجھ بوجھ ہے، اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق خرچ کر۔" اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ انسان دولت کو تجوری بند کر کے نہ رکھے بلکہ اسے گردش میں لائے، دولت کو گردش میں رکھنا بھی صدقہ ہے، اگر چہ اسے اپنی ذات اور اپنے زیر کفالت افراد کی فلاح و بہبود کیلئے ہی کیوں نہ خرچ کیا جائے، کیونکہ دولت کو گردش میں رکھنے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو روزگار ملتا ہے۔ مثلا ایک شخص اپنی اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پوری کرنے کیلئے اشیاء خوردنوش اور اشیاء تصرف خریدتا ہے تو اس سے ان اشیاء کے بنانے والوں، تجارت کرنے والوں اور ذرائع حمل و نقل رکھنے والوں کو روزگار ملتا ہے۔ بایں سبب اہل و عیال پر خرچ کرنے کو صدقہ کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں والدین اور قرابت داروں پر خرچ کرنے کو بھی صدقہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں بہن بھائیوں پر خرچ کرنے کا بھی ذکر ہے۔

٦٣٠: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ اَلنَّبِيُّ ﷺ "إِذَا أَنْفَقَتِ اَلْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا ,غَيْرَ مُفْسِدَةٍ ,كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا اِكْتَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ ,لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب البیوع، باب قول الله تعالیٰ: ٢٠٦٥، مسلم: ١٠٢٤، ابو داود: ١٦٨٥، الترمذی: ٦٧٤، النسائی: ٥/ ٦٥، ابن

ماجة: ۲۲۹۴، احمد: ۴۴/۶

۶۳۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب عورت اپنے گھر کے طعام کو فضول خرچی سے احتراز کرتی ہوئی خرچ کرتی ہے تو اسے اس کے سلیقے سے خرچ کرنے کی وجہ سے اجر و ثواب ملتا ہے، جبکہ اس کے شوہر کو اس مال کے کمانے کی وجہ سے اجر و ثواب ملتا ہے، خزانچی کے لیے بھی اسی طرح اجر و ثواب ہے اور یہ ثواب ان سب کو ایک دوسرے کے ثواب کو کم کیے بغیر ملتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: غير مفسدة: خراب کرنے والی نہ ہو، یعنی فضول خرچی سے احتراز کرنے والی ہو۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہو کہ شوہر کے مال میں عورت تصرف کا حق رکھتی ہے لیکن یہ حق معروف طریقے کے مطابق ہے۔ یعنی وہ شوہر کے ذرائع آمدنی کو سامنے رکھتے ہوئے خرچ کرے گی اور وہ بھی اسے اعتماد میں لینے کے بعد، البتہ معمولی امور میں اس کی اجازت کے بغیر بھی خرچ کرنے کا اختیار رکھتی ہے، اور اس صورت میں بھی اسے اجر ملے گا، لیکن غیر معمولی امور میں اگر وہ اپنے شوہر کو اعتماد میں لیے بغیر خرچ کرے گی تو یہ مفسد طریق میں شمار ہوگا۔

فقہی احکام: (۱) غیر معمولی امور میں بیوی شوہر کو اعتماد میں لیے بغیر خرچ نہیں کر سکتی۔ (۲) سلیقے سے اخراجات کرنے پر عورت کو شوہر کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے۔ (۳) خزانچی کو مال کی دیانت داری کے ساتھ حفاظت کرنے پر روزینہ کے ساتھ ساتھ اجر و ثواب بھی صاحب مال کے برابر ملتا ہے۔

۶۳۱: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ جَائَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ ,فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ,إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ ,وَكَانَ عِنْدِي حُلِيٌّ لِي ,فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ ,فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّهُ وَوَلَدُهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ, فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ ,زَوْجُكِ وَوَلَدُكِ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهِ عَلَيْهِمْ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاري، كتاب الزكاة، باب الزكاة على الاقارب: ۱۴۶۲ ،باب الزكاة على الزوج: ۱۴۶۶، النسائي: ۹۲/۵

۶۳۱: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں زینب زوجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا نے حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے آج صدقہ کرنے کا حکم فرمایا ہے، میرے پاس میرا ذاتی زیور ہے اور میں اسے صدقہ کرنا چاہتی ہوں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ وہ اور ان کی اولاد اس بات کی زیادہ حق دار ہیں کہ میں ان پر صدقہ کروں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "عبداللہ بن مسعود کا خیال درست ہے، تیرا شوہر اور اس کی اولاد تیرے صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔" (بخاری)

تشریح: اس حدیث میں مذکور صدقہ سے مراد نفلی صدقہ ہے یا فرضی صدقہ؟ اس کی تعین کرنا خاصا مشکل کام ہے، کیونکہ اس حدیث میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے روز صحابہ کرام سے فرمایا "صدقہ کرو کیونکہ میں نے جہنم میں خواتین کی کثرت دیکھی ہے" رحمت عالم ﷺ کے اس وعظ سے متاثر ہو کر حضرت زینب زوجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے صدقہ کرنے کے ارادے کا اظہار کیا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ میں اور میری اولاد تیرے صدقہ کی زیادہ مستحق ہیں۔ انہوں نے یہ دریافت کرنے کیلئے کہ بیوی کا صدقہ اپنے شوہر اور اس کی اولاد پر لگتا ہے یا نہیں؟ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دی، اور آپ ﷺ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی تصدیق فرمائی، ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا مگر ابن مسعود نے اسے کہا کہ وہ خود رسول اللہ ﷺ کے پاس جائے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ صدقہ خواہ فرضی ہو یا نفلی بیوی اپنے شوہر اور اپنے بچوں پر خرچ کر سکتی ہے۔ کیونکہ شوہر اور بچوں کی کفالت بیوی کے فرائض منصبی میں شامل نہیں۔

فقہی احکام: ان خواتین وحضرات کو نفلی یا فرضی صدقہ دیا جا سکتا ہے جن کی کفالت صدقہ کرنے والے کے ذمہ نہ ہو، اور وہ مستحق بھی ہوں، یعنی بیوی شوہر کو زکوۃ دے سکتی ہے لیکن شوہر بیوی کو زکوۃ نہیں سے سکتا۔

٦٣٢: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ " مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاري، كتاب الزكاة، باب من سأل الناس تكثراً: ١٤٧٤، مسلم: ١٠٤٠، النسائي: ٩٤/٥، احمد: ١٥/٢

تنبیہ: بلوغ المرام کے متداول مطبوعہ نسخوں اور صحیحین میں لفظ مــــزعة ہے لیکن مکتبہ دار السلام والوں نے فضيلة الشيخ صفی الرحمٰن مبارکپوری کی تحقیق سے جو نسخہ شائع کیا ہے اس میں مضغة ہے فاضل مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیق میں لکھا ہے کہ ایک نسخہ میں مزعة ہے۔ اسی طرح بعض مطبوعہ نسخوں میں ؛النبي؛ کی جگہ ؛رسول الله؛ ہے۔

٦٣٢: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہمیشہ گداگری کرنے والا شخص قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: مزعة: میم مضموم اور زاء ساکن، ٹکڑا۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ گداگری کو بطور پیشہ اختیار کرنا نہایت قبیح عمل ہے، ایسا بدنصیب شخص جب قیامت کے روز اللہ کے دربار میں حاضر ہوگا تو اس کا چہرہ گوشت سے خالی ہوگا، اور ہڈیوں کا ڈھانچہ لئے بدنما صورت میں اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہوگا۔

فقہی احکام: گداگری کو بطور پیشہ اختیار کرنا جرم ہے۔

٦٣٣: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا ,فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا ,فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس: ١٠٤١، ابن ماجة: ١٨٣٨، احمد: ٢٣١/٢، البيهقي: ١٩٦/٤

٦٣٣: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص مال بڑھانے کی غرض سے لوگوں سے بھیک مانگتا ہے وہ ان سے انگاروں کا سوال کرتا ہے خواہ وہ کم کرلے یا زیادہ۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: تكثرا: یہ تفعل سے مصدر ہے، اس کے لغوی معنی تفاخر کے ہیں لیکن یہاں مقصود غیر طیب طریقے سے دولت میں اضافہ کرنا ہے۔ جمراً: جیم مفتوح اور میم ساکن، جمرة کی جمع ہے یعنی انگارے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ دولت میں اضافہ کرنے کی غرض سے لوگوں سے سوال کرنا حصول دولت کا ناجائز طریقہ ہے، اور اس طریقے سے حاصل کیا ہوا مال اس طرح حرام ہے، جس طرح یتیم کا مال ظالمانہ طریقے سے حاصل کرنا حرام ہے۔ کیونکہ ان دونوں طریقوں سے حاصل کی ہوئی دولت کو آگ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ نیز اس حدیث میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ مال میں اضافہ کرنے کی غرض سے مانگنا ناجائز ہے خواہ کم مانگا جائے یا زیادہ، جس قدر مانگا جائے گا اسی قدر جہنم کے انگارے اس کا استقبال کریں گے۔

فقہی احکام: دولت جمع کرنے کیلئے گداگری کرنا آگ جمع کرنے کے مترادف ہے، یہ دولت قیامت کے روز انگاروں کی شکل اختیار کر لے گی۔

۶۳۴: وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ ,فَيَأْتِي بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ, فَيَبِيعَهَا ,فَيَكُفَّ اللَّهُ بِهَا وَجْهَهُ ,خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسألۃ: ۱۴۷۱، ابن ماجۃ: ۱۸۳۶، احمد: ۱/ ۱۶۴، الترمذی: ۶۸۳، المعجم الاوسط: ۱۸۹۷

تنبیہ: بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ بعض نسخوں میں فیکف کا فاعل ظاہر نہیں جبکہ صحیح بخاری میں لفظ اللہ مذکور ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ تسامح کسی نساخ سے ہوا ہے۔

۶۳۴: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کسی ایک کا رسی لیکر جانا اور لکڑیوں کا گٹھا اپنی کمر پر اٹھا کر لانا، اسے فروخت کرنا اور اللہ تعالیٰ کا اس کے ذریعے اس کے چہرے کو محفوظ رکھنا، لوگوں سے بھیک مانگنے سے بہت بہتر ہے خواہ وہ اسے کچھ دیں یا صاف منع کر دیں۔" (بخاری)

تشریح: گداگری کے مقابلے میں کم اجرت اور زیادہ مشقت والی محنت بھی مفید تر ہے، کیونکہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو دنیا میں لوگوں کے سامنے رسوا ہونے اور آخرت کے روز بدنما ہونے سے محفوظ رکھے گا۔ اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی متعدد طرق سے منقول ہے۔

۶۳۵: وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " الْمَسْأَلَةُ كَدٌّ يَكُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ ,إِلَّا أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا ,أَوْ فِي أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء فی النهی عن المسألۃ: ۶۸۹، ابوداود: ۱۶۳۹، النسائی: ۵/ ۱۰۰، احمد: ۵/ ۱۰، ابن حبان: ۳۳۸۶

۶۳۵: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سوال کرنا ایک زخم ہے، جس سے انسان اپنے چہرے کو زخمی کرتا ہے، ماسوا اس سوال کے جو وہ حاکم وقت سے کرتا ہے یا وہ کسی مجبوری کی وجہ سے کرتا ہے۔" اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: کد: زخم۔

تشریح: ابن حبان میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جو شخص اپنے چہرے کو زخمی رکھنا چاہتا ہے وہ گداگری کا پیشہ اختیار کرے اور جو شخص اسے زخموں سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے، وہ گداگری ترک کر دے۔

فقہی احکام: (۱) بھیک مانگنا کوئی اچھا عمل نہیں۔ (۲) البتہ مجبوری کی حالت میں اس کی محدود اجازت ہے۔
(۳) سربراہ مملکت سے مطالبہ کرنا درست ہے کیونکہ بیت المال پر حاجت مندوں کا حق ہے۔

۴۔ بَابُ قَسْمِ الصَّدَقَاتِ — خیرات کی تقسیم کا بیان

۶۳۶: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ: لِعَامِلٍ عَلَيْهَا ,أَوْ رَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ ,أَوْ غَارِمٍ ,أَوْ غَازٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ,أَوْ مِسْكِينٍ تُصُدِّقَ عَلَيْهِ مِنْهَا ,فَأَهْدَى مِنْهَا لِغَنِيٍّ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَابْنُ مَاجَة ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ ,وَأُعِلَّ بِالْإِرْسَالِ.

ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب من یجوز له أخذ الصدقة و هو غنی: ۱۶۳۶، ابن ماجة: ۱۸۴۱، احمد: ۵۶/۳، الدارقطنی: ۱۲۱/۲، الحاکم: ۵۶۶/۱، العلل للدارقطنی: ۲۲۷۹/۱۱، مؤطا امام مالک: ۲۶۸/۱، البیهقی: ۱۵/۷ (۱۳۴۳۹)

۶۳۶: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مالدار کیلئے خیرات میں سے لینا فقط پانچ صورتوں میں حلال ہے۔ وہ شخص جو زکوٰۃ جمع کرنے پر مامور ہے۔ وہ شخص جو صدقات کی چیز خرید لے، مقروض، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اور ایسا مسکین جس پر صدقہ کیا گیا ہو وہ اس میں سے کچھ کسی مالدار کو تحفہ دیدے۔" اسے احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے نیز اسے مرسل بھی کہا گیا ہے۔

لغوی تحقیق: عامل: اس کا لغوی معنی کام کرنے والا ہے، مگر یہاں اس سے مراد وہ شخص ہے جو زکوٰۃ جمع کرنے اور تقسیم کرنے پر مامور ہو۔

غارم: مقروض اور تاوان زدہ افراد۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جس شخص کی آمدنی اس کے جائز اخراجات سے زیادہ یا اس کے برابر ہے اس کیلئے زکوٰۃ میں سے کچھ لینا درست نہیں، البتہ پانچ صورتوں میں ایسا شخص مال زکوٰۃ میں لے سکتا ہے۔ (۱) وہ لوگ جو محکمہ زکوٰۃ میں خدمات سرانجام دیتے ہیں وہ اپنی خدمات کا معاوضہ مال زکوٰۃ سے لے سکتے ہیں۔ (۲) راس المال خرچ کر کے زکوٰۃ کی اشیا مالدار شخص خرید کر اپنے استعمال میں لاسکتا ہے (۳) ایسا مقروض جو اپنے مال سے قرض ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا یا ایسا شخص جس پر ناجائز تاوان ڈال دیا گیا ہو یا اس نے اپنے ذمہ کسی کا بوجھ لے لیا ہو، وہ مال زکوٰۃ سے اس قدر لے سکتا ہے جس سے اس کا قرض یا تاوان ادا ہوسکتا ہے۔ (۴) مجاہدین آلات حرب خریدنے، سفری اور گھریلو اخراجات کیلئے زکوٰۃ لے سکتے ہیں۔ (۵) غریب شخص اس زکوٰۃ میں سے کسی مالدار کو کچھ تحفہ دے سکتا ہے جو اسے کسی اور شخص نے دی ہو۔

اس روایت کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں۔ البتہ زید بن اسلم اس روایت کو عطاء بن یسار کے واسطے سے کبھی مرفوع اور کبھی مرسل بیان کرتے ہیں۔ امام مالک اور امام ابن عیینہ نے یہ روایت زید بن اسلم سے مرسل نقل کی ہے۔ اور معمر، زید بن اسلم سے مرفوع نقل کرتے ہیں، جبکہ سفیان ثوری دونوں طرح نقل کرتے ہیں۔ امام دارقطنی نے مرسل طریق کو راجح قرار دیا ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے صیغہ تمریض استعمال کر کے امام دارقطنی کے موقف کے کمزور ہونے کا عندیا دیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) محکمہ زکوٰۃ میں کام کرنے والے لوگ مال زکوٰۃ سے تنخواہ لے سکتے ہیں۔ (۲) اشیاء زکوٰۃ کی تجارت درست ہے۔ (۳) مسکین مالدار کو تحفہ دے سکتا ہے۔

۶۳۷: وَعَنْ عُبَيْدِ اَللَّهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ اَلْخِيَارِ أَنَّ رَجُلَيْنِ حَدَّثَاهُ أَنَّهُمَا أَتَيَا رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ يَسْأَلَانِهِ مِنَ اَلصَّدَقَةِ، فَقَلَّبَ فِيهِمَا اَلْبَصَرَ ,فَرَآهُمَا جَلْدَيْنِ ,فَقَالَ "إِنْ شِئْتُمَا اَعْطَيْتُكُمَا , وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ ,وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ" رَوَاهُ أَحْمَدُ وَقَوَّاهُ , وَأَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ.

ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من صدقة وحد الغنی: ۱۶۳۳، النسائی: ۹۹/۵، ۱۰۰، احمد: ۲۲۴/۴، الدارقطنی: ۱۱۹/۲، البیهقی: ۱۴/۷، شرح معانی الآثار: ۳۰۳/۱

۶۳۷: حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ دو شخصوں نے انہیں بیان کیا کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں نے آپ ﷺ سے صدقہ طلب کیا، آپ ﷺ نے ان دونوں کو خوب غور سے دیکھا اور انہیں طاقت ور پایا تو ان

دونوں کومخاطب کر کے فرمایا: "اگرتم چاہتے ہوتو میں تمہیں صدقہ دے دیتا ہوں لیکن (یادرکھو) مالداراورکمائی کرنے والے طاقتور کیلئے صدقہ میں کوئی حصہ نہیں ہے۔" اسے احمد نے روایت کیا ہے، ابوداؤداورنسائی نے اسے قوی قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: فقلب: اس کا لغوی معنی اوپر والے حصے کو نیچےاوردائیں حصے کو بائیں طرف پھیر دینا ہے۔ یہاں اس سے مراداوپر سے نیچے تک خوب غور سے دیکھا ہے۔

فقہی احکام: (۱) خیرات دینے والے کوچاہیے کہ وہ سائل کوخوب غور سے دیکھے اگر وہ مستحق نہ ہوتو اسے نصیحت کرے۔

(۲) مالداراورطاقت ورکیلئے زکوٰۃ، خیرات لیناجائزنہیں۔

۶۳۸: وَعَنْ قَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ اَلْهِلَالِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " إِنَّ اَلْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً ,فَحَلَّتْ لَهُ اَلْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا ,ثُمَّ يُمْسِكَ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ ,اِجْتَاحَتْ مَالَهُ ,فَحَلَّتْ لَهُ اَلْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ ,وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُومَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي اَلْحِجَى مِنْ قَوْمِهِ: لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ ; فَحَلَّتْ لَهُ اَلْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ ,فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ اَلْمَسْأَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سُحْتٌ يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا " رَوَاهُ مُسْلِمٌ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَابْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ حِبَّانَ.

مسلم، کتاب الزکاة، باب من تحل له المسألة: ۱۰۴۴، ابوداود: ۱۶۴۰، ابن خزيمة: ۲۳۵۹ ـ ۲۳۶۱ ، ۲۳۷۵، ابن حبان: ۳۳۹۵، النسائی: ۸۹/۸، البيهقی: ۲۱/۷، الدارقطنی: ۱۲۰/۲

۶۳۸: حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سوال کرنا صرف تین قسم کے لوگوں کیلئے درست ہے، ان میں سے ایک آدمی وہ ہے جس نے کسی دوسرے کا قرض اپنے سرلیا، اسے قرض کی ادائیگی کی مقدار کے برابرسوال کرنے کی اجازت ہے، اس کے بعد وہ سوال کرنا ترک کردے، دوسراوہ شخص جوکسی ناگہانی مصیبت میں مبتلا ہو جائے، تیسراوہ شخص جسے فاقہ کشی کا سامنا ہو، اوراس کی قوم کے تین افراد یہ گواہی دیں کہ اسے حقیقی طور پر فاقہ کشی کا سامنا ہے، اسے بھی گزراوقات کی حدتک سوال کرنے کی اجازت ہے۔" (پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) "اے قبیصہ! ان افراد کے علاوہ باقی سب کیلئے سوال کرنا حرام ہے اورسوال کرنے والاحرام کھاتا ہے۔" اسے مسلم، ابوداؤد، ابن خزیمہ اورابن حبان نے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: تحمل: باب تفعیل سے فعل ماضی ہے، قرض کی ادائیگی کی ضمانت دینا۔ حمالة: کسی دوسرے کا قرض اپنے ذمہ لینا۔

جائحة: ناگہانی آفت۔ اجتاحت: تباہ کردے۔ قوام: قاف مکسور، ضرورت کا پورا ہوجانا۔ الحجا: حاءمکسور، عقل وشعور۔

سحت: سین مضموم اورحاءساکن، حرام۔

تشریح: امام ابن حبان نے معمر عن هارون بن رئاب عن كنانه کے طریق سے مفصل روایت نقل کی ہے۔ کنانہ کہتے ہیں کہ میں حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ان کے پاس ان کی قوم کے چندافرادآئے اورانہوں نے ایک آدمی کے نکاح کے سلسلہ میں ان سے مالی تعاون کی درخواست کی، حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ نے ان کی مالی مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا، کنانہ کہتے ہیں، میں نے ان سے کہا، آپ قوم کے سردار ہیں، اس کے باوجودآپ نے کوئی تعاون نہیں کیا، اس پرانہوں نے یہ حدیث بیان کی۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اپنی ذات کیلئے صرف تین قسم کے انسانوں کوسوال کرنے کی اجازت ہے، ان میں سے پہلا شخص وہ ہے جوقرض خواہ اورمقروض کے تنازع کوختم کرنے کیلئے مقروض کی ضمانت دیتا ہے، اوراس کے نتیجہ میں قرض کی ادائیگی اس کے ذمہ لازم ہوجاتی ہے، ایسی صورت میں

ایسے شخص کو قرض کی مقدار کے مطابق سوال کرنے کی اجازت ہے، دوسرا شخص وہ ہے جس کا مال ناگہانی آفت میں تباہ ہوجائے، اس کیلئے فقط گزر اوقات کیلئے سوال کرنے کی اجازت ہے، ان دونوں قسم کے افراد کی مدد معاشرے کے ذمہ لازمی ہے جبکہ فاقہ کشی میں مبتلا ہونے والے شخص کی مدد معاشرے پر فقط اس صورت میں لازم ہے جب اس شخص کی قوم کے تین اہل دانش اس کے حق میں گواہی دیں۔ ان تین قسم کے افراد کے علاوہ دیگر تمام افراد کیلئے بھیک مانگنا حرام ہے۔ اور بھیک کی صورت میں حاصل ہونے والی آمدنی حرام ہے۔

فقہی احکام: (۱) مقروض کی ضمانت دینا درست ہے۔ (۲) ضامن کی مدد کی جاسکتی ہے۔

(۳) مال جمع کرنے کی غرض سے بھیک مانگنا حرام ہے۔ (۴) لڑکیوں کو جہیز وغیرہ دینے کیلئے مانگنا ممنوع ہے۔

۶۳۹: وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ ,إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ " وَفِي رِوَايَةٍ " وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ترک استعمال آل النبی ﷺ علی الصدقۃ: ۱۰۷۲، ابوداود: ۲۹۸۵، النسائی: ۵/ ۱۰۵، احمد: ۴/ ۱۶۶، البیہقی: ۷/ ۳۱، ابن خزیمۃ: ۲۳۴۲

۶۳۹: حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "صدقہ آل محمد ﷺ کیلئے مناسب نہیں، کیونکہ یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے۔" اور ایک روایت میں ہے کہ "صدقہ محمد ﷺ اور ان کی آل کیلئے حلال نہیں۔" (مسلم)

تشریح: امام مسلم نے یہ روایت تفصیلا بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ربیعہ بن حارث اور حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ نے یہ مشورہ کیا کہ ہم اپنے بیٹوں عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس سے یہ کہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کریں کہ آپ ﷺ اور لوگوں کو صدقات جمع کرنے کیلئے بھیجتے ہیں، آپ ﷺ ہمیں بھی اس کام کیلئے مامور فرمادیں، وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! ہم نکاح کی عمر کو پہنچ گئے ہیں، آپ ﷺ ہمیں بھی دوسروں کی طرح صدقات جمع کرنے پر مامور فرمادیں اور جو کچھ آپ ﷺ دوسروں کو دیتے ہیں ہمیں بھی دیدینا، یہ سن کر آپ ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: "صدقہ آل محمد کیلئے مناسب نہیں، کیونکہ یہ لوگوں کی میل کچیل ہے۔" پھر آپ ﷺ نے محمیۃ اور نوفل بن حارث کو طلب کیا اور محمیۃ سے فرمایا: "آپ اپنی بیٹی کا نکاح فضل بن عباس سے کردیں" اور نوفل بن حارث سے فرمایا" آپ اپنی بیٹی کا نکاح عبدالمطلب بن ربیعہ سے کردیں" اور محمیۃ سے کہا "ان دونوں کے حق مہر کی رقم خمس سے ادا کردیں۔"

وہ آل محمد جن پر صدقہ حرام ہے اس میں کون کون شامل ہیں، اس بارے میں رحمت عالم ﷺ سے صراحتاً ثابت نہیں۔ البتہ زید بن ارقم کا کہنا ہے کہ اس میں آل عباس، آل علی، آل جعفر اور آل مطلب شامل ہیں۔ زید بن ارقم کی اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں فقط مذکورہ چار گھرانے ہی شامل ہے تو ان کا یہ موقف اس حدیث سے مسترد ہوتا ہے کیونکہ اس روایت میں ان چاروں گھرانوں کے علاوہ ربیعہ بن حارث کے گھرانے کو بھی شامل کیا گیا ہے، امام شافعی کے نزدیک بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک بنو ہاشم ہیں۔

فقہی احکام: (۱) نبی کریم ﷺ کی آل پر صدقہ حرام ہے۔ (۲) ان کے لیے محکمہ عشر وزکوۃ میں کام کرنے کی اجرت بھی صدقات سے لینا حرام ہے۔ (۳) خاندان ربیعہ بن حارث بھی آل نبی میں شامل ہیں۔

۶۴۰: وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ؓ قَالَ مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ؓ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْنَا ، يَا رَسُولَ اللّٰهِ ,أَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ وَتَرَكْتَنَا ,وَنَحْنُ وَهُمْ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ ,فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ "إِنَّمَا بَنُو الْمُطَّلِبِ وَبَنُو هَاشِمٍ

شَیْءٌ وَاحِدٌ" رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب فرض الخمس، باب و من الدلیل علی ان الخمس للامام: ۳۱۴۰، ابو داود: ۲۹۷۸-۲۹۸۰، النسائی: ۱۳۰/۴، احمد: ۸۵/۴، البیھقی: ۳۴۱/۶، ابن حبان: ۳۲۹۷، بیھقی: ۳۴۲/۶

تنبیہ: بلوغ المرام کے مطبوعہ نسخوں میں نحن وھم بمنزلة واحدة ہے جبکہ صحیح بخاری میں لفظ منک بھی ہے۔

۶۴۰: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے خمس میں سے اولاد مطلب کو حصہ عنایت فرمایا اور ہمیں نظر انداز کر دیا، جبکہ ہم اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت میں برابر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اولاد ہاشم اور اولاد مطلب ایک ہی سطح پر ہیں۔" (بخاری)

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ یعنی مطلب، عبد شمس، نوفل اور ہاشم، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نوفل کی اولاد سے تھے۔۔ جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عبد شمس کی اولاد میں سے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے خمس سے جب اپنے قرابت داروں کو عطیات عنایت فرماتے تو بنو ہاشم اور بنو مطلب کو عطا فرمائے، جبکہ بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو نظر انداز کر دیا۔ اس پر حضرت عثمان اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خیال کا اظہار کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری کے اعتبار سے ہم اور بنو مطلب برابر ہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ فقط قرابت داری کا لحاظ نہیں رکھا گیا بلکہ باہمی نصرت و تعاون کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔ یعنی قریش نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقاطعہ کیا تو بنو ہاشم (ماسوا ابولہب کے) اور بنو مطلب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تھے۔ جبکہ بنو عبد شمس اور بنو نوفل قریش کے دیگر قبائل کے ساتھ تھے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ وہ آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن پر صدقہ حرام ہے اس میں بنو مطلب بھی شامل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پر صدقہ حرام قرار فرمایا تھا انہیں خمس میں شامل فرمایا تا کہ ایک طرف کی کمی دوسری طرف سے پوری ہو جائے۔

فقہی احکام: (۱) قرابت داروں میں سب سے زیادہ قریبی وہ ہے جو مشکل حالات میں مدد و معاون ہو۔

(۲) بنو ابی لہب قرابت داری کے باوجود آل نبی سے خارج ہیں، کیونکہ مقاطعہ کے وقت انہوں نے قریش کا ساتھ دیا تھا۔

۶۴۱: وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثَ رَجُلًا عَلَى اَلصَّدَقَةِ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ ,فَقَالَ لِأَبِي رَافِعٍ اِصْحَبْنِي ,فَإِنَّكَ تُصِيبُ مِنْهَا ,قَالَ حَتَّى آتِيَ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَسْأَلَهُ فَأَتَاهُ فَسَأَلَهُ ,فَقَالَ " مَوْلَى اَلْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ,وَإِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا اَلصَّدَقَةُ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالثَّلَاثَةُ ,وَابْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ حِبَّانَ.

ابو داود، کتاب الزکاة، باب الصدقة علی بنی ھاشم: ۱۶۵۰، الترمذی: ۶۶۰، النسائی: ۱۰۷/۵، احمد: ۱۰/۶، ابن خزیمة: ۲۳۴۴، ابن حبان: ۳۲۹۳، الحاکم: ۵۶۲/۱

۶۴۱: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مخزوم کے ایک آدمی کو زکوٰۃ جمع کرنے پر مامور فرمایا، اس نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو، تمہیں بھی حصہ ملے گا، اس نے کہا، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر نہیں جاؤں گا، چنانچہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قوم کا غلام بھی انہیں میں شمار ہوتا ہے اور ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔" اسے احمد، ابوداود، نسائی، ترمذی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) قوم کا غلام انہیں میں شامل ہوتا ہے۔ (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بھی آل نبی میں شامل ہیں۔

(۳) غلام کو اپنے آقا کی اجازت کے بغیر سفر کرنے کی اجازت نہیں۔

٦٤٢: وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اَللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ,عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اَللّٰهِ ﷺ كَانَ يُعْطِي عُمَرَ اَلْعَطَاءَ ,فَيَقُولُ ، أَعْطِهِ أَفْقَرَ مِنِّي ,فَيَقُولُ "خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ ,أَوْ تَصَدَّقْ بِهِ ,وَمَا جَائَكَ مِنْ هَذَا اَلْمَالِ ,وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ ,وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الزکاة ، باب اباحة الاخذ لمن اعطى من غير مسئلة ولااِشراف: ١٠٤٥ ، البخاری: ١٤٧٣ ، النسائی: ١٠٥/٥ ، احمد: ١٧/١

٦٤٢: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی چیز عطا فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ جو لوگ مجھ سے غریب ہیں یہ چیز آپ ﷺ انہیں عطا فرما دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے رکھ لیں اور اس کے ذریعے اپنے مال میں اضافہ کرلیں یا اسے صدقہ کر دیں، اور سنو! جو مال تمہیں بغیر سوال اور طمع کے مل جائے وہ لے لیا کرو اور جو اس طرح نہ ملے اس کا پیچھا مت کرو۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **العطاء**: اس کا استعمال اجرت اور عطیات ہر دو کیلئے ہوتا ہے، مگر یہاں اس سے مراد اجرت ہے۔ **افقر**: ہمزہ مفتوح اور فاء ساکن، اسم تفضیل، یعنی جو مجھ سے زیادہ کمزور ہیں۔ **مشرف**: میم مضموم اور شین ساکن، کسی چیز کی طمع کرنا یا اس کے حصول کیلئے کوشش کرنا۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن السعدی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی خدمت کے صلہ میں وہ چیز عطا فرمائی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا، یہ مال اسے عنایت فرما دیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے، اس روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایثار اور دنیاوی مال سے بے رغبتی کا اظہار ہوتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) دینی خدمات کا معاوضہ لینا درست ہے۔ (۲) دینی خدمات کا معاوضہ جس قدر مل جائے اس پر قناعت کرنی چاہیے۔
(۳) زیادہ لینے پر اصرار کرنا درست نہیں۔